جلد 4 شمارہ 8 اکتوبر 2002ء شعبان 1423ھ

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ

اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو دوسروں کو اللہ کا ہمسر بنا لیتے ہیں ان سے اللہ کی محبت کی مانند محبت کرتے ہیں جبکہ اہل ایمان شدید محبت اللہ ہی سے کرتے ہیں
(البقرۃ-165)

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

اغراض ومقاصد

- کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول ﷺ، کثرت ذکر، مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالی کے قرب وعرفان اور اسکی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا۔
- حضور ﷺ کے صحابہ کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج۔
موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت ہی مختصر اور سہل العمل اورادو اذکار کی تلقین۔
- غصہ ونفرت، حسد وبغض، تجسس وغیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا، عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا۔
- اللہ تعالی کی رضا، اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا۔

عالمگیر محبت، اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا علمبردار

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ انسان کا مقصد حیات یہی ہے کہ وہ اپنے رب کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنی زندگی گذارے۔ یوں تو بندہ مومن کا اعزاز یہی ہے کہ اس زندگی کا ہر لمحہ یاد الٰہی میں بسر کرے تاہم کچھ دنوں اور کچھ مہینوں کے فضائل اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے خود بیان فرمادیے ہیں۔

انہی فضیلت والے مہینوں میں اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ شعبان ہے۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رمضان کے علاوہ رسول ﷺ اللہ سب سے زیادہ روزے ماہ شعبان میں رکھتے تھے۔ ماہ شعبان شروع ہو چکا ہے۔ حضور ﷺ کے معمولات شعبان کی روشنی میں ہم بھی اپنے معمولات بہتر بنا سکتے ہیں۔ عمران بن حصینؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے پوچھا کیا تو نے وسط شعبان کے روزے رکھے ہیں تو اس نے جواب دیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان کے روزے پورے کر چکو تو دو روزے رکھ لینا۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے علاوہ شعبان کے بیشتر ایام میں روزہ رکھتے تھے۔ بلکہ شاید پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ اسی روایت میں ہے کہ تم اتنا عمل کیا کرو جتنی تم میں طاقت ہے۔ تم اکتا سکتے ہو مگر اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا۔ اسی مبارک مہینے میں پندرہ شعبان کی رات ہے جس کو شب برات کہتے ہیں۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی بخششوں اور رحمتوں کا خصوصی نزول ہوتا ہے۔ اور گناہوں سے معافی اور مغفرت نازل ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ یہ کون سی رات ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بخوبی واقف ہے۔ فرمایا نصف شعبان کی رات ہے۔ دنیا کے اعمال اور بندوں کے اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔ بنی کعب کی بکریوں کی تعداد کے برابر اللہ دوزخ سے لوگوں کو آزاد کرتا ہے۔ کیا آج رات مجھے اجازت دو گی۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا ہاں۔ حضور ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ قیام خفیف کیا سورہ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھی پھر آدھی رات تک سجدے میں پڑے رہے۔ پھر کھڑے ہو کر دوسری رکعت پڑھی اس میں بھی پہلی رکعت کی طرح قرات کی پھر سجدے میں چلے گئے یہ سجدہ فجر تک رہا۔ میں دیکھتی رہی۔ مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کہیں اللہ

نے اپنے رسول ﷺ کی روح نہ قبض کرلی ہو۔ زیادہ دیر ہوگئی تو میں قریب گئی اور آپ ﷺ کے تلووں کو چھوا تو آپ ﷺ نے حرکت کی۔ میں نے خود سنا۔ حضور ﷺ کہہ رہے تھے۔ میں تیرے عذاب سے تیرے عفو کی' تیرے غضب سے تیری رضامندی کی اور تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔ تیری ذات بزرگ ہے۔ میں تیری تعریف پوری نہیں کرسکتا۔ جیسی تونے اپنی ثناء کی تو ویسا ہی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پہلے کبھی ایسی دعا کا ذکر نہیں سنا۔ فرمایا کیا تم کو علم ہو گیا میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو ان (الفاظ) کو سیکھ لو اور (دوسروں کو) سکھاؤ۔ جبرئیل نے مجھے سجدے میں اس طرح کا ذکر کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام عکرمہ نے آیت یفرق کل امر حکیم کی تفسیر میں فرمایا نصف شعبان کی رات میں آئندہ سال کے امور کا انتظام اللہ کردیتا ہے اور (بعض) زندوں کو مردوں کی فہرست میں لکھ دیتا ہے اور بیت اللہ کے حاجیوں کو بھی لکھ دیتا ہے۔ (کہ آنے والے سال میں کون کون حج کریگا) پھر اس کی لکھی ہوئی تعداد میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔

ماہ شعبان میں مسلمانوں کو چاہیے کہ کثرت سے روزے رکھیں اور روزے کے لوازمات پورے کریں اللہ سے لو لگائیں۔ خشوع و خضوع سے آہ و زاری کریں۔ قیام اللیل میں مسلمانوں کی حالیہ مشکلات کے حل کے لئے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل بے انتہا ہے۔ اس کا کرم لامحدود ہے۔ یقیناً" اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی پکار سنتا ہے اور قبول بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

وحید احمد

(ڈاکٹر حسن رضوی)

واقعہ معراج کی عظمت و اہمیت

قرآن کریم میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ "ہر عیب سے پاک ہے وہ (ذات) جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔ جس کے چاروں طرف ہم نے برکت ہی برکت رکھ دی ہے۔ تاکہ اس بندے کو اپنی خاص نشانیاں دکھائیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے"۔ (سورہ بنی اسرائیل)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی معراج کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ جسمانی طور پر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ کسی اور نبی کو یہ مقام جو اتنا بلند ہو، حاصل نہ ہو سکا۔ شاید اسی لئے کسی اور نبی کی امت آسمانوں کا سفر نہ کر سکی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج کوہ طور تک تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معراج آسمان دنیا تک تھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کے ملکوت (حکومت) کا مشاہدہ کروایا" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معراج چوتھے آسمان تک تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا"" حضرت ادریس علیہ السلام کی معراج جنت تک تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (ترجمہ) "ہم نے ان کو بلند مقام یعنی جنت تک بلند کیا" جب کہ امام الانبیاء افضل الرسل، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی معراج قاب قوسین او ادنیٰ تک تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "وہ (محمد ﷺ) اور قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک دو کمانوں کے برابر قریب ہو گیا، بلکہ اس سے قریب تر" یہ قرب خدا کے عرش اور اس کے قرب خاص کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی عظمت عطا فرمائی جو آپ ﷺ سے پہلے کسی کو عطا ہوئی اور نہ بعد میں کسی کو یہ شرف حاصل ہو سکے گا۔

سفر معراج میں سید الانبیاء ﷺ سدرۃ المنتہیٰ جو جنت سے بھی بلند مقام ہے، وہاں پہنچے تو جبرائیل نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ اب آپ ﷺ اکیلے تشریف لے جائیے۔ میں اس

جگہ سے ایک انگلی کے برابر بھی آگے بڑھوں گا تو جل کر خاک ہو جاؤں گا۔ بہ قول مولانا روم
یعنی اگر ایک بال برابر بھی میں آگے بڑھا تو خدا کی عظیم اور تیز تجلیوں سے میر پر جل جائیں
گے"

حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ جبرائیل نے آنحضرت کو آسمان کے ایک مقام پر چھوڑ دیا
اور عرض کیا کہ آپ ﷺ کے سوا اور کوئی نبی یہاں تک نہیں پہنچ سکا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "جب میں قاب قوسین کے مقام پر پہنچا تو مجھے اور قریب ہونے
کی آواز متعدد مرتبہ دی گئی اور ہر مرتبہ میری ایک حاجت پوری کی گئی۔ پھر اللہ نے مجھ سے فرمایا۔
"جو کچھ مجھ سے مانگو گے تم کو دوں گا۔ میں نے عرض کیا' اے معبود تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا
خلیل (دوست) بنایا' موسیٰ علیہ السلام سے طور پر گفتگو کی اور کلیم بنایا' سلیمان علیہ السلام کو ملک
عظیم عطا فرمایا' تو اللہ نے فرمایا۔

"میں نے ابراہیم کو اپنا خلیل (دوست) بنایا' مگر تجھے اپنا محبوب قرار دیا۔ میں نے موسیٰ سے طور
پر بات کی' لیکن تجھ سے نور کے فرش پر بلا کر کلام کیا۔ میں نے سلیمان علیہ السلام کو فنا ہو جانے والا
ملک عطا کیا' مگر تجھے جنت کا ملک عطا کیا' جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ میں محمود ہوں۔
(یعنی جس کی تعریف کی گئی) تو تجھے محمد (جس کی تعریف کی جائے) بنایا۔ میں نے تیرا نام خود اپنے
نام سے نکالا ہے۔ جو تجھ سے محبت کرے گا' میں بھی اسے اپنا محبوب بناؤں گا جو تجھ سے اپنے تعلق
(محبت و اطاعت) کو توڑے گا' میں بھی اس سے اپنے تعلق (رحمت و مغفرت) کو توڑ لوں گا۔

درس حدیث

(رانا اعجاز احمد)

عن ابی رقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدین النصیحتہ قلنا لمن قال للہ عزوجل ولکتابہ ولرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ولائمتہ المسلمین وعامتھم (مسلم)

ترجمہ! ابورقیہ تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنھم سے روایت ہے کہ یقیناً" نبی ﷺ نے فرمایا دین خلوص ہے ہم نے کہا کس لئے؟ فرمایا اللہ عزوجل کے لئے اس کی کتاب کے لئے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اور مسلمانوں کے اماموں کے لئے اور ان کے عوام کے لئے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

دین خیر خواہی ہے

اس حدیث میں دین اسلام کی حقیقت اور اصل روح کو چند الفاظ میں سمو دیا گیا ہے۔ دین صرف عبادت یا صرف اخلاق کو درست کرنے کا نام نہیں۔ بلکہ دین کے دائرہ کار میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے خیر خواہی اور خلوص سے مراد حقوق اللہ ہیں اور مسلمانوں کے لئے خیر خواہی کا مطلب حقوق العباد ہیں۔

اللہ کے لئے خیر خواہی

اس سے مراد اللہ تعالیٰ پر ایمان اس کی ذات' صفات اور عبادات میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہی دراصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوص ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کو کسی خیر خواہی اور خلوص کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف بندے کی طرف سے اطاعت اور فرمانبرداری ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں کئی جگہ اطاعت خداوندی پر بہت زور دیا گیا ہے ارشاد ہے۔

قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

اے نبی۔ انہیں کہہ دیجئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

کتاب الٰہی سے خیر خواہی

اس سے مراد قرآن مجید کی تلاوت' اس کے دیئے ہوئے احکام کی پیروی' اس کی تعلیمات کی نشرو اشاعت ہے۔ قرآن مجید اپنے متعلق خود یوں ارشاد فرماتا ہے۔

وھذا کتاب انزلنه مبارک فاتبعوه (الانعام)

"اور یہی وہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ برکت والی ہے پس اس کی پیروی کرو"

رسول کے لئے خیر خواہی

اس سے مراد آپ کی رسالت پر صدق دل سے ایمان لانا' آپ کے نقش قدم پر چلنا' آپ سے محبت رکھنا اور آپ کی تعلیمات کو عام کرنا ہے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنه (الاحزاب)

تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی کو سرسبز و شاداب رکھے۔ جس نے مجھ سے کوئی بات سنی پھر اسے دوسروں تک پہنچایا۔ (ترمذی)

مسلمانوں کے سربراہوں کے لئے خیر خواہی

اس سے مقصد یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ ان کو صحیح اور درست مشورے دیئے جائیں۔ ان کی غلطیوں پر انہیں آگاہ کیا جائے ان کے خلاف بغاوت سے اجتناب کیا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (نساء 59)

ایمان والو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحب امر ہوں ان کی اطاعت کرو۔

لیکن امیر کی اطاعت اس وقت تک فرض ہے جب تک کہ وہ کسی حکم الٰہی کی مخالفت نہ کرے اگر وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دے تو پھر اس کی اطاعت واجب نہیں۔

عامتہ المسلمین کے لئے خیر خواہی

اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے حقوق ادا کرے' ان سے محبت رکھے۔ ان کے دکھ اور تکالیف میں شریک ہو اور ان سے میل جول رکھے اور بڑھائے۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں متعدد جگھوں پر حقوق العباد کی ادائیگی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ مثلاً" رشتہ داروں کے حقوق' ہمسایوں کے حقوق اور عام لوگوں کے حقوق۔ ارشاد نبوی ہے الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (بیہقی) تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ آدمی ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہو۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین جگہ پانے والے وہ لوگ ہوں گے جن کے کندھے روندے جاتے ہیں (یعنی وہ لوگوں کی اذیتیں برداشت کرتے ہیں) اور جو لوگوں سے میل جول رکھتے ہیں اور لوگ ان سے الفت کرتے ہیں۔

فلاح آدمیت کی خاطر

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

الحمد للہ مجلّہ "فلاح آدمیت" بانی سلسلہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کی تعلیم کے مطابق گزشتہ چھ برسوں سے اپنے بھائیوں کی علمی' اخلاقی اور روحانی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ فرقہ واریت اور مسلکی اختلافات سے بچتے ہوئے' قرآن و سنت کے عین مطابق حب اللہ' حب رسول ﷺ 'کثرت ذکر' اصلاح اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل جو تعلیم ہم دے رہے ہیں اسے ہر سطح پر پذیرائی مل رہی ہے اور یہ امر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نصرت کی واضح علامت ہے۔ دنیا کی محبت اور مادہ پرستی کی ظلمت کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے سچے دین کی روشنی کو پہلے سے بھی زیادہ خلوص اور ولولے سے آگے بڑھانے کی اشد ضرورت ہے۔ اصلاح امت کے اس کار خیر میں ہمیں اپنے تمام بھائیوں اور قارئین مجلّہ کے مزید ایثار کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر آپ کی جدوجہد اور مالی تعاون نہ صرف اس کے ہاں مقبول و ماجور ہو گا بلکہ اس کی رحمت سے بہتر نتائج کا ظہور بھی ہو گا۔

میں اس سلسلے میں آپ بھائیوں سے چند گذارشات کرنا چاہتا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ اس عظیم کام کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان پر دل و جان سے عمل کریں گے۔

1۔ تمام قارئین سے التماس ہے کہ مجلّہ "فلاح آدمیت" زیادہ سے زیادہ بھائیوں کو پڑھنے کے لئے خود پہنچائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے دین کی تعلیم زیادہ سے زیادہ بھائیوں تک پہنچے اور اصلاح و خدمت کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جائے۔

2۔ جن بھائیوں کے پاس مجلّہ کی گزشتہ برسوں کی کاپیاں موجود ہوں وہ ہر سال کے علیحدہ علیحدہ مجموعے مجلد کرا کر انہیں محفوظ کر لیں تاکہ اس قیمتی علمی مواد سے بار بار استفادہ کیا جا سکے۔

3۔ بہت سے احباب کے نام مجلّہ اعزازی طور پر بھیجا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ اب تک وہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے اغراض و مقاصد سے اچھی طرح آگاہ ہو چکے ہوں گے۔ ان سے گذارش ہے کہ اگر وہ اس حقیقت سے متفق ہیں کہ یہ مجلّہ اصلاح امت اور تعمیر ملت کے لئے ایک مفید خدمت انجام دے رہا ہے تو وہ اس کے سالانہ خریدار بن کر اس کار خیر میں عملی طور پر شریک ہوں

جائیں۔ بصورت دیگر مجلّہ کی ترسیل روک دی جائے گی۔

4۔ سلسلہ توحیدیہ کے برادران اپنے جن رشتہ داروں اور دوستوں کے نام چھ ماہ کے لئے اعزازی طور مجلّہ بھجوانا چاہتے ہوں وہ ان کے مکمل ایڈریس ایڈیٹر صاحب کو بھیجتے رہا کریں۔ ان کے نام مجلّہ جاری کر دیا جائے گا تاکہ سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کو وسیع تعارف اور فروغ حاصل ہو سکے۔

5۔ تمام خادمان حلقہ توحیدیہ کا فرض ہے کہ وہ اس امر کو یقینی بنائیں کہ ہر بھائی مجلّہ کا خریدار بنے۔ اگر کوئی بھائی مالی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دوسرے بھائی اس کی مدد کریں۔ سال 2003ء کے لئے سالانہ چندہ اس سال ماہ نومبر اور دسمبر میں سب بھائیوں سے اکٹھا کر کے دسمبر کے آخر تک یا شروع جنوری میں مکمل فہرست اور ایڈریس کے ساتھ یکمشت مجھے بھیج دیں۔ فہرست کے ایک خانہ میں بیعت / طالب / صرف مجلّہ کا خریدار کی واضح نشاندہی بھی کی جائے۔

6۔ جن مقامات پر حلقہ قائم نہیں ہے وہاں کے بیعت اور طالب بھائی بھی انفرادی طور پر مجلّہ کی رکنیت فیس لازماً جنوری سے پہلے بذریعہ منی آرڈر مجھے ارسال فرمادیں۔

7۔ مجازین کرام، خادمان حلقہ اور دوسرے تعلیم یافتہ حضرات سے خصوصی اپیل ہے کہ وہ کم از کم ہر دو ماہ میں ایک اصلاحی مضمون ضرور بھیجا کریں۔ آپ اپنے دل کی جو بات اپنے بھائیوں تک پہنچانا چاہتے ہیں وہ لکھ کر بھیج دیا کریں۔ ادارہ اس کی نوک پلک خود ہی سنوار لے گا۔

8۔ خادمان حلقہ اپنے اپنے شہر کے کالجوں اور پبلک لائبریریوں کے پتے ایڈیٹر کو ارسال فرما دیں تاکہ انہیں مجلّہ بھجوایا جاسکے۔

(ترتیب و تدوین۔ خالد مسعود توحیدی)

1۔ اچھے اخلاق اور عمل

(بنام محمد یعقوب صاحب 31/7/1962)

"آپ نے جو اپنی عادت کی بابت لکھا ہے کہ کبھی کسی کو ناخوش نہیں کرتے یہ بہت اچھی عادت ہے۔ عین خدا اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق۔ دوسری بات بھی اچھی ہے مگر زیادہ دولت ملنے کی دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔ نیک آدمی کے پاس زیادہ دولت ہو تو وہ قوم اور غریبوں کے کام آتی ہے ذاتی عیش و عشرت پر خرچ نہیں ہوتی۔

باقی چارپائی پر لیٹ کر مرنا واقعی بہت برا ہے اس کی دعا نہیں مانگنی چاہیے۔ باقی جو کچھ بتایا گیا ہے وہی کرتے رہو اور عمر بھر کرتے رہو ترقی ہوتی رہیگی۔ میرے پاس آنے اور ملنے سے بھی اتنا فائدہ نہیں ہو سکتا جتنا میری باتوں پر عمل کرنے سے ہو گا۔ اس لئے اگر یہاں (بنوں) آنے اور ملنے میں فضول خرچ ہوتا ہو تو یہاں آنے کی بھی ضرورت نہیں۔ میں خود سردیوں میں کراچی آؤں گا تب مل لینا"۔

2۔ غلط طریقہ پر ذکر

(بنام غلام نبی صاحب 31/7/1962)

"غلام نبی صاحب کو معلوم ہو کہ آپ ذکر غلط طریقے پر کرتے ہو۔ آپ یا تو دماغ پر زیادہ زور دیتے ہیں یا دل پر۔ ایسا نہ کریں آرام سے ذکر کریں۔ ضرب زور سے نہ لگائیں اور اللہ اللہ کا ذکر زور سے جو ملک صاحب نے جاری کرایا ہے ہرگز نہ کریں ورنہ نقصان ہو گا۔ گھر کی طرف سے پریشان ہونے کی بھی یہی وجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے نقصان ہوتا ہو تو درود شریف کچھ زیادہ پڑھنی چاہئے۔ یہ تکلیف جاتی رہے گی۔"

3۔ بے پڑھا لکھا اور مولوی ٹائپ

(بنام محمد یعقوب صاحب 19/1/1963)

"میں اجازت دیتا ہوں کہ جو آدمی اس قابل نظر آئے اس کو ضرور ٹیکہ لگا دیں۔ آدمی بالکل بے پڑھا لکھا نہ ہونا چاہئے۔ والدہ صاحبہ کو فی الحال کوئی دوا نہیں بتا سکتا کیونکہ مجھے دمہ کی کوئی دوا خاص معلوم نہیں ہے۔ بس دعا کرتا ہوں جو دوا بھی وہ کریں وہی فائدہ کردے۔ میں دوا معلوم کرنے کی کوشش کرونگا معلوم ہو گئی تو لکھ دونگا۔"

4۔ قرض کسی کو نہ دونگا

(بنام محمد یعقوب صاحب 19/5/1965)

"آپ کو معلوم ہے کہ ہم نے پانچ ہزار روپیہ لوگوں کو قرض دیا ہوا ہے۔ جو لے لیتا ہے پھر واپس کرنے کا نام نہیں لیتا۔ لکھتا ہوں تو جواب نہیں دیتا۔ اسلئے میں نے فیصلہ کر لیا ہے آئندہ قرض کسی کو نہ دونگا۔ آپ نے اس سال کنونشن میں جو گوشوارہ ء حساب بٹا تھا وہ نہیں پڑھا تھا؟ میں نے تو اس میں بھی لکھ دیا ہے کہ آئندہ کوئی صاحب قرض مانگ کر شرمندہ نہ کریں۔ پھر بھی تم نے عاشق صاحب کے لئے قرض مانگ لیا کمال ہے۔"

تجربہ غلط ہو گیا

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

سلسلہ توحیدیہ کے سب بھائی حضرت رسالدار محمد حنیف خاںؒ کی شخصیت سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ بانی سلسلہ قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے 1911ء میں جب اپنے مرشد مولانا کریم الدین احمدؒ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی تو انہوں اسی وقت یہ بات بتادی تھی کہ میرے بعد تمہیں تمہارا ایک دوست ملے گا اس کے پاس تمہارا حصہ ہے اس کی صحبت سے تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کے دیدار کی صلاحیت پیدا ہوگی اور گوہر مقصود ہاتھ آئے گا۔ یہ دوست حضرت رسالدارؒ ہی تھے جو کہ ایک اویسی بزرگ تھے۔ قارئین کرام اس حقیقت سے تو آگاہ ہوں گے کہ جو لوگ بظاہر کسی بزرگ سے بیعت نہیں ہوتے۔ ان کی تربیت کسی فوت شدہ بزرگ کے روحانی فیض سے کی جاتی ہے۔ انہیں اویسی کہتے ہیں۔ حضرت رسالدارؒ کو روحانی فیض شہر اقبال سیالکوٹ کی مشہور ہستی امام علی الحقؒ سے ملا۔ ایک محفل میں بانی سلسلہؒ نے فرمایا:۔

"امام علی الحق شہیدؒ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی پانچوں پشت میں سے تھے ان کا فیض حضرت رسالدارؒ کو ملا اور ان سے ہمیں مل گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ابتدائی دور کی خالص روحانیت کے رنگ سے نواز دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جو جذب و سرور یہاں ملتا ہے وہ دوسرے سلسلوں میں شاذونادر ہی پایا جاتا ہے۔ حضرت رسالدارؒ کے تعلق سے ہماری نسبت امام صاحبؒ سے بھی ہے۔ ہم نے اپنے ایک مرید کو جو کہ روحانیت میں بڑے اچھے تھے اور بڑی ترقی کر رہے تھے یہ حکم دیا کہ تم حضرت امام صاحب کے مزار پر جاکر معتکف ہو جاؤ اور اپنے اوراد واذکار کرتے رہو۔ جو کچھ مل جائے کھالینا لیکن کسی سے کوئی سوال نہ کرنا۔ ہمارا ارادہ تھا کہ وہاں رہ کر اس کی خوب ترقی ہوگی اور اس سے ہم اصلاح وخدمت کا کام لیں گے۔ لیکن وہاں تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا وہ بھائی چند ہفتوں بعد مجھے یہاں ملنے آئے تو ان کی کیفیت ہی بدلی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت امام صاحبؒ سے میری روحانی ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے بہت شفقت فرمائی اور میری بڑی تعریف کی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ تم انصاری صاحب کو چھوڑ کر ادھر ہمارے پاس آجاؤ۔ ہمیں باطنی سروس

میں آدمیوں کی ضرورت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو ابھی روحانی سلوک طے کر رہا ہوں اس لئے معذرت خواہ ہوں۔ اس کے بعد مجھے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پاس پیش کیا گیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ آپ ادھر آ جائیں کیونکہ آپ اس کام کے لئے نہایت مناسب آدمی ہیں۔ میں نے وہاں بھی یہی گذارش کی کہ میں پہلے اپنا سلوک طے کر لوں اس کے بعد جو حکم ہو میں حاضر ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ نہیں مانتا تو اسے حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے پاس لے چلو۔ چنانچہ میں وہاں پہنچا دیا گیا تو میں نے وہاں بھی عرض کیا کہ مجھے اس طرف آنے میں کوئی اعتراض نہیں۔ میں تو اللہ کی جستجو میں نکلا ہوں میری منزل طے ہو جائے تو پھر جو آپ کا حکم ہو گا بندہ حاضر ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہم تمہیں زبردستی لے آئیں گے، کل تم نے اپنے مرشد سے ملنے جانا ہے تو ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے اور تمہاری بس کا ایکسیڈنٹ کرا دیں گے۔ اس پر میرے منہ سے ایک نامناسب کلمہ نکل گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے ان کے سربراہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں لے چلتے ہیں۔ چنانچہ میری پیشی وہاں ہو گئی۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ مجھ پر خفا ہوئے کہ حضرت علیؓ کے سامنے نازیبا کلمہ کیوں کہا۔ ان کی تو ہم بھی عزت کرتے ہیں پہلے ان سے معافی مانگو۔ چنانچہ میں نے اپنی غلطی کی معافی مانگی۔ پھر میرا مقدمہ پیش کیا گیا۔ میں نے پھر التجا کی کہ میں حکم ماننے سے انکاری نہیں ہوں میں تو عرض کر رہا ہوں کہ پہلے مجھے سلوک طے کر لینے دیں پھر جو ڈیوٹی میرے سپرد فرمائیں گے میں دل و جان سے اسے پورا کرونگا۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہی کہتا ہے۔ اس کا پہلے سلوک طے ہونا چاہیے آپ کوئی دوسرا آدمی تلاش کر لیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمیں یہی آدمی چاہیے اور قضیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک کچہری میں پیش کر دیا گیا۔ فریقین کی بات اور دلائل سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تم ادھر آ جاؤ، تمہارا سلوک ہم خود طے کرائیں گے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ اب تو ان کی کیفیت ہی بدل گئی ہے ہم نے تو اسے بھیجا تھا کہ ہم اسے اپنے حلقہ کی خدمت اور تعلیم کے فروغ کے کام میں لگائیں گے لیکن وہ تو الٹا ہمارے ہاتھ ہی سے نکل گیا گویا کہ ہمارا Experiment یعنی تجربہ غلط ہو گیا۔"

عالم روحانی

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

یہاں تک ہم نے عالم لاہوت کا بیان کیا ہے اب ہم اگلے عوالم کا بیان کرتے ہیں، لیکن ایک مرتبہ پھر یاد دلانا ضروری ہے کہ ان عوالم میں سب سے بڑا فرق کثافت و لطافت کا ہے۔ عالم ناسوت کا پہلا طبقہ سب سے کثیف ہے، اس کے بعد ہر طبقہ پچھلے سے لطیف تر ہوتا گیا ہے، حتیٰ کہ عرش اور اس کے مرکزی نقطہ پر جہاں عین ذات کی حقیقت ہے اس لطافت کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اب سنئے کہ عالم لاہوت کے بعد عالم ھاھوت ہے، جس کے چودہ طبقات ہیں۔ اس عالم کا پہلا طبقہ لطافت میں اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وہاں کی جنتیں اور ان کے قصور بڑی صاحب بصیرت روحوں کو بھی محض دھندلے نقوش کی طرح نظر آتے ہیں۔ اگلے طبقات میں یہ نقوش اور بھی لطیف ہوتے ہوتے محض خیالی سے رہ جاتے ہیں اور چودھویں طبقے میں تو صور و اشکال کا تخیل بھی غائب ہو جاتا ہے۔ اس عالم میں صرف ان اولیاء اللہ کی روحیں رہتی ہیں جو عرفان میں کمال حاصل کر کے اس دنیا سے گئے ہیں۔ اس کے بعد عالم ہو ہے، اس کے طبقات کا فرق متمیز نہیں ہوتا پھر بھی ہر اگلا قدم پچھلے قدم سے زیادہ لطافت کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ ایک نور کا سا میدان ہے جہاں تجلیات الٰہی کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے اور ان تجلیات ہی میں ہر قسم کی لذتیں اور کوائف موجود ہیں۔ عالم ھو ان بزرگوں کی روحوں کا مسکن ہے جنھوں نے قرآنی آیت "وتبتل الیہ تبتیلا" پر عمل کامل کیا اور حقیقی معنوں میں دنیا کی ہر چیز سے تعلق قلبی قطع کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے ہو گئے۔ دراصل جنتوں کے طبقات عالم لاہوت پر ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ ہاہوت اور ھو جنتوں کے طبقے نہیں ہیں بلکہ جنتوں کے طبقات کی روح یا معنوی شکل ہیں۔ سورہ فرقان کے آخری رکوع میں کہا گیا ہے کہ "دوزخ بہت ہی بری جگہ ہے خواہ مستقلاً رہنے کے لئے ہو یا عارضی قیام کے لئے"۔ پھر اس رکوع کے آخر میں ارشاد ہوا ہے کہ "جنت بہت اچھی جگہ ہے خواہ مستقلاً رہنے کے لئے ہو یا عارضی طور پر ٹھہرنے کے لئے" اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوزخ سے تو گناہگار عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں چلے جائیں گے، لیکن جنتی جنت میں عارضی قیام کے بعد کہاں جائیں گے تو وہ اگلے مقامات یہی ہاہوت اور ھو کے طبقات ہیں، یہاں صرف انہی بزرگوں کی روحیں رہیں گی اور رہتی ہیں جنھوں نے جیتے

جی اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر اس کا تقرب حاصل کر لیا اور جس روح کو جتنا زیادہ تقرب حاصل ہو گا وہ اتنا ہی عرش کے نزدیک والے طبقے میں رہے گی۔

عالم ھو کے بعد علی الترتیب عدم بسیط، نفس بسیط، عقل بسیط اور پھر روح بسیط ہے پھر عرش کبریا اور اس کے مرکز میں ذات بحت یا وہ حقیقت کبری ہے جس کی بابت وہ خود فرماتے ہیں۔

سبحان ربک رب العزت عما یصفون

یہی وہ ذات ہے جس میں کوئی صفت موجود نہیں یا بالفاظ دیگریوں سمجھئے کہ تمام متضاد صفتیں اس طرح جمع ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی بالخصوص موجود نہیں کہی جا سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ بہ یک وقت سب کچھ موجود ہے اور کچھ بھی نہیں ہے، پھر اس ذات بحت کے بعد کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ ہر طالب اپنی اپنی استعداد کے مطابق دیکھتا اور عرفان حقیقت حاصل کرتا ہے اور اسی میں سب سے آگے کہیں وہ مقام ہے جہاں سرکار دو عالم ﷺ بھی بے اختیار پکار اٹھتے ہیں

ماعرفناک حقی معرفتک

مندرجہ بالا بیانات سے آپ اتنا تو سمجھ گئے ہوں گے کہ انسان کی روح ایک شعاع کی طرح ہے جس کی چوٹی یعنی پہلا سرا روح بسیط میں ہے دوسرا انسان کے جسم میں۔ سورہ ہود میں ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی جاندار ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ اس کی چوٹی سے پکڑے ہوئے نہ ہو۔

مامن دابته الا ھو اخذ بنا صیتھا

اس چوٹی سے یہی روح کا پہلا سرا مراد ہے۔ چونکہ اب ہم یہ بیان کرنے والے ہیں کہ اس روح کے خواص کیا ہیں اور اس جسم فانی سے نکلنے کے بعد یہ کس طرح سفر آخرت طے کرتی ہے اور یہ مضمون بہت ہی مشکل ہے، اس لئے آسانی کی خاطر ہم اس شعاع کے پہلے سرے کو "الف" اور دوسرے کو "جیم" کہیں گے۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ "الف" اور "جیم" کے درمیان ہر روح کا مقام محمود ہے جہاں روح وجود امری سے وجود مثالی اختیار کرتی ہے، اس مقام کو "بے" لکھیں گے، اس طرح پوری شعاع کا نام ہوا "اب ج"۔ اب ہم "اب ج" کے کچھ خواص بیان کرتے ہیں جس سے بہت سے نادر و نامعلوم نکات واضح ہوں گے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ سفر واپسی کس طرح طے ہوتا ہے۔ سلاست و وضاحت کی پوری کوشش کے باوجود ہم جانتے ہیں کہ یہ باتیں اہل بصیرت و اہل عرفان حضرات کے سوا اوروں کی سمجھ میں پوری طرح ہرگز نہ آئیں گی، تاہم جو کچھ لکھا جاتا

ہے ابلاغ علم اور تفکر کی غرض سے ہے۔

اب روح کے خواص و تاثرات کا جو کچھ قلیل علم و عرفان اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو عنایت فرمایا ہے' اس کا بیان سنئے

ا۔ روح ایک شعاع ہے' یہ شعاع جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم یعنی موت نہ آئے ہمیشہ اور ہر وقت "ا" سے "ج" تک قائم رہتی ہے یعنی کوئی چیز نان کنڈکٹر بن کر اس کو منقطع نہیں کر سکتی۔

سورہ الفرقان آیت ۴۵ اور ۴۶ میں ارشاد ہوتا ہے

الم تر الی ربک کیف مدالنظل ولوشاء لجعله ساکیا ثمه جعلنا الی ربک کیف مدالنظل ولوشاء لجعله ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا" ثمه قبضنه الینا قبضا یسیرا"

یعنی "کیا تم نے نہیں دیکھا اپنے رب کی طرف کتنی لمبی کر دی ہم نے پرچھائیں' ہم چاہتے تو اس کو ٹھہرائے رکھتے لیکن پھر ہم نے سورج کو اس کی دلیل بنایا پھر کھینچ لیا اس پرچھائیں کو اپنی طرف سہج سہج"۔ علمائے ظاہر نے یہاں ظل سے مراد مادی اشیاء کا سایہ لیا ہے جو سورج سے پیدا ہوتا ہے۔ ایسے سایہ کے لئے ضروری ہے کہ سورج پہلے سے موجود ہو' حالانکہ آیت میں پہلے پرچھائیں یا سایہ کو لمبا کرنے کا ذکر اور یہ کہ "ہم چاہتے تو اسے وہیں قائم رکھتے" اس کے بعد کہا گیا ہے کہ "پھر ہم نے سورج کو دلیل بنایا اور پرچھائیں کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا مفہوم کچھ اور ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو یہ دکھانا چاہا ہو کہ انسانی روح کس طرح پیدا ہوتی ہے' چنانچہ کہا دیکھو ہماری طرف' جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے روح بسیط کی ایک روح مجرد کو حکم دیا "ہو" یہ حکم ملتے ہی اس روح نے شعاع' پرچھائیں یا ظل کی صورت اختیار کی اور بڑھ کر زمین تک آ گئی' لیکن چونکہ اس کا پیدا کرنا مقصود نہ تھا تو اس لئے اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف (یعنی روح بسیط میں) کھینچ لیا اور رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ یہ طریقہ ہے جو ہم نے آپ کو دکھایا' باقی باتیں آپ سورج کی دلیل سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ اس کی شعائیں کس طرح اس زمین کی مخلوقات کو زندہ رکھتی ہیں واللہ اعلم۔ بہرحال یہ آیت اہل بصیرت کے تفکر کے لئے ایک بڑی نشانی ہے

۲ ۔ یہ شعاع اس قدر لچکیلی اور سریع السیر ہے کہ انسان پیدل یا سواری پر چاہے جس رفتار سے حرکت کرے اور جہاں چاہے جائے یہ ہر وقت اس کے ساتھ رہتی ہے۔

۳ ۔ "ا" سے "ب" اور "ب" سے "ج" تک اس شعاع کے ہر ذرہ میں اس انسان کا ایک پیکر مثالی (یا ہمزاد) موجود ہوتا ہے جو ہو بہو اسی کا ہم شکل ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ "ج" سے جس قدر آگے چلو ہر جسم پچھلے جسم سے لطیف تر ہوتا جاتا ہے۔ یہ حقیقت میں ایک ہی جسم کے لا انتہا شئی ہیں ان کی بابت نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت سے جسم ہیں نہ یہ کہ یہ سب ایک ہی جسم ہے۔ الفاظ میں یہ بات سمجھانا بہت ہی دشوار ہے' مندرجہ ذیل مثال سے شاید کچھ سمجھ میں آجائے۔

سینما ہال کا تصور کیجئے' ایک طرف آپریٹرز روم ہے' دوسری طرف پردہ' سیمیں اور دونوں کے بیچ میں دو سو فٹ لمبا ہال۔ آپریٹر روم میں انجن اور مشینری وغیرہ ہے' ایک چرخی پر فلم چڑھا ہوا ہے جس کے سامنے دیوار میں ایک سوراخ ہے۔ آپریٹر فلم پر پیچھے سے روشنی ڈالتا ہے جو ایک تصویر پر پڑتی ہے اور تصویر روشنی کی شعاعوں پر سوار ہو کر ہال کی خلا میں سے گزرتی اور پردہ پر زیادہ بڑی ہو کر نظر آنے لگتی ہے۔ مثالاً" اس فلم کو روح بسیط خیال کیجئے اور اس تصویر کو جو روشنی کے ذریعہ پردہ تک بھیجی گئی ہے روح مجرد۔ پیچھے سے جو روشنی پڑ رہی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کا نور' ارادہ یا حکم۔ فلم کی سطح سے پردہ تک جو خلا ہے اس کو عالم مثال اور خود پردہ کو عالم مادی۔ اب ہمارے ایک سوال کا جواب دیجئے' فلم سے پردہ تک جو خلا ہے کیا اس میں کوئی ذرہ بھی ایسا ہے جہاں وہ تصویر نہ ہو جو فلم پر غیر متحرک ہے اور پردہ پر متحرک یا جاندار نظر آ رہی ہے اور یہ بھی بتائیے کہ فلم کی تصویر سے پردہ کی تصویر تک کوئی ذرہ بھر جگہ بھی ان شعاعوں میں ایسی ہے جہاں یہ تصویر موجود نہیں۔ اور بتائیے کہ یہ ایک ہی جسم ہے یا بہت سے۔ مثال یقیناً" دوسری باتوں کے لحاظ سے ناقص ہے مگر سمجھانے کے لئے ہمیں اس سے زیادہ اچھی اور مثال معلوم نہیں۔ اس مثال پر غور کریں اور فلم پر جو روشنی ڈالی جاتی ہے اس کو نور خدا فرض کر لیں' تو آپ پر اللہ نورالسموت والارض کا مطلب بھی خوب اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔

۴ ۔ انسان کا دماغ اس کے حواس پنج گانہ' عقل اور تجربہ سے جو علم حاصل کرتا ہے وہ مثالی اجسام کو بھی ان کی متناسب لطافت کے لحاظ سے منتقل ہوتا رہتا ہے' بصیرت باطنی بھی۔

۵ ۔ انسان کا قلب جن جذبات سے متاثر ہوتا ہے وہ مثالی اجسام پر بھی تدریجاً" موثر ہوتے ہے۔

۶ ۔ انسان کا نفس عقائد و اعمال کی وجہ سے جو رنگ پکڑتا ہے وہی رنگ ان مثالی اجسام پر

بھی تدریجاً چڑھتا ہے۔

۷ ۔ انسان میں نیک یا بد اعمال سے کردار کی جو طاقت یا کمزوری پیدا ہوتی ہے وہ مثالی اجسام میں بھی تدریجاً پیدا ہوتی رہتی ہے۔

۸ ۔ یہ شعاع انسانی ارادے کی قوت کے مطابق چشم زدن میں کائنات کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک حرکت کر سکتی ہے۔ اگر یہ شعاع کسی کامل ولی اللہ کی روح کی ہو تو وہ ولی اللہ اپنی قوت ارادی سے (بحکم اللہ تعالیٰ) اپنے کسی مثالی جسم کو اس زمین یا کائنات میں (یہ طاقت پر منحصر ہے) جہاں چاہے مجسم طور پر ظاہر کر سکتا ہے یا اپنے اس جسم مادی کو جہاں چاہے منتقل کر لیتا ہے۔ یہی وہ راز ہے کہ اکثر اولیاء اللہ ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر موجود پائے گئے ہیں اور پائے جاتے ہیں۔ جس نے یہ طاقت حاصل کر لی ہے یا جو اس کا علم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کی معراج جسمانی تھی۔

۹ ۔ خط "ج ب" اپنے اوپر والے حصہ "ب ا" کے ذریعہ قضا و قدر کی طرف سے نازل ہونے والے احکامات سے اثر پذیر ہوتا ہے (یہ تقدیر ہے)

یہ خط تمام عالم مادی اور عالم مثال میں اپنے اردگرد کے ماحول کا اثر بھی اپنی کمزوری اور طاقت کے لحاظ سے قبول کرتا ہے (یہ حوادثات ہیں)

یہ خط جسم مادی سے جو افعال و اعمال سرزد ہوتے ہیں ان سے بھی متاثر ہوتا ہے (یہ تدبیر ہے)

۱۰ ۔ جب تک اس خط کا تعلق نقطہ جیم سے قائم رہتا ہے یہ زندگی کہلاتی ہے جب یہ تعلق ٹوٹ جاتا ہے تو اسی کو موت کہتے ہیں۔

موت اور سفر آخرت

جب حکم قضا صادر ہوتا ہے نقطہ "ا" نقطہ "ب" کو اور نقطہ "ب" نقطہ "ج" کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس کشش کا فطرتی تقاضہ تو یہ ہوتا ہے کہ ساری شعاع "ج ب" سمٹ کر نقطہ "ب" یعنی مقام محمود میں جمع ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ نقطہ "ج" ایک جھٹکا محسوس کرتا ہے اور شعاع کے تمام مثالی اجسام میں سب سے کثیف ہونے کے سبب سرے سے الگ ہو جاتا ہے یا صحیح الفاظ میں یوں کہئے کہ الگ کر دیا جاتا ہے' اسی کا نام موت ہے۔ "ا ب ج" کے جسم مادی کے سرے

پر سے غائب ہوتے ہی اس کی جگہ وہ جسم مثالی لے لیتا ہے جو "ج" کے بالکل متصل تھا' اسی کو ہم مرنے والے کا روحانی جسم کہتے ہیں' ہم اس کو "د" کہیں گے۔ اب یہ شعاع نسبتاً ہلکی ہو جانے کی وجہ سے سمٹ کر ناسوت کے پہلے طبقہ میں چلی جاتی ہے۔ اب اگر "د" بہت بھاری اور کثیف ہے تو سرا "د" ناسوت میں مقیم ہو جاتا ہے' لیکن اگر کسی قدر ہلکا ہے تو جتنا یہ ہلکا ہوتا ہے اسی نسبت سے شعاع "ب" کی طرف سمٹتی ہے اور نقطہ "د"' "ب" کی طرف بڑھتا ہے' یعنی عالم ناسوت کو طے کرتا جاتا ہے۔ اگر شعاع کے ناسوتی حصہ کے سارے ہی اجسام (ہمزاد) ہلکے ہیں تو یہ ایک دوسرے میں سما کر ایک ہی جسم بن جاتے ہیں۔ اس طرح ناسوتی عالم میں شعاع کا جو حصہ تھا سب سمٹ جاتا ہے یعنی ناسوت طے ہو جاتا ہے اور "د" ملکوت یعنی جنتوں کے طبقہ اول میں پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر شعاع کے ان حصوں کے مثالی اجسام بھی جو ملکوت' جبروت اور لاہوت وغیرہ میں سے گزرتے ہیں' متناسب طور پر ہلکے ہوں تو شعاع اور زیادہ سکڑ کر جبروت' لاہوت یا اور آگے تک سمٹ جاتی ہے اور "د" اپنے مقام محمود پر پہنچ جاتا ہے' یہی قیامت تک کے لئے سفر آخرت کا اختتام ہے۔ یہ بیان ذرا مشکل ہے اسی لئے یہ بات اب ہم ذرا عام فہم انداز میں لکھتے ہیں۔

جب روح جسم سے نکلتی ہے تو نکیرین اس کو عالم ناسوت کے طبقہ اول میں اس مقام پر پہنچا دیتے ہیں جہاں سے اس کو سفر آخرت شروع کرنا ہے۔ اگر یہ روح ایسے آدمی کی ہے جو عالم آخرت اور اللہ تعالیٰ کی لقاوغیرہ کا قائل نہ تھا یا سخت گناہ گار اور صراط المستقیم سے نابلد محض تھا تو یہ روح وہیں قید ہو جاتی ہے یا عالم ناسوت کے طبقہ اول ہی میں بھٹکتی پھرتی ہے۔ (دیکھئے بارش کے پانی کی مثال جو پیچھے دی جا چکی ہے)۔ سورۃ الانعام آیت ۳۱ میں ارشاد ہوتا ہے "تحقیق نقصان اٹھایا انہوں نے جنھوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو' یہاں تک کہ جب آ جائے گی قیامت ان کے پاس اچانک تو کہیں گے افسوس تقصیر کی ہم نے" اس آیت کے آخری ٹکڑے میں اور سورہ عنکبوت کی تیرھویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں کو بوجھ فرمایا ہے۔ اس لئے جو روح جتنی زیادہ گناہ گار ہو گی اتنا ہی اس کو چلنا اور آگے بڑھنا مشکل ہو گا۔ ان میں بعض روحیں اس قدر بوجھل بھی ہوں گی جو مطلق چل ہی نہیں سکیں گی بلکہ مفلوج یا بیمار کی طرح ایک ہی جگہ پڑی رہیں گی۔ بہرحال یہ اپنے اپنے گناہوں کی مقدار' تعداد اور نوعیت پر منحصر ہے۔ ناسوت کے ابتدائی طبقات میں دہکتی ہوئی آگ اور کھولتے ہوئے پانی کا عذاب بھی ہے' جو روحیں اس عذاب کی مستحق ہیں وہاں پہنچا دی جاتی

ہیں۔ برخلاف ازیں جو روحیں ایمان محکم، صحیح اعتقادات اور نیک اعمال کی وجہ سے ہلکی پھلکی، لطیف اور طاقتور ہوتی ہیں وہ بجلی جیسی تیزی سے عالم ناسوت یعنی طبقات دوزخ کو طے کر کے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے مقام محمود تک پہنچ جاتی ہیں۔ اتقیا، اصفیا، شہداء اور اولیاء کی ارواح اس قدر لطیف اور طاقتور ہوتی ہیں کہ چشم زدن میں اپنے مقام محمود تک پہنچ جاتی ہیں اور انہیں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کس وقت طبقات دوزخ میں سے گزرے تھے۔ تمام جنتی ارواح کی سمت سفر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوتی ہے، اسی واسطے فرمایا ہے۔ (البقرہ۔156)

اناللہ وانا الیہ راجعون

اور یوں بھی ارشاد ہوتا ہے کل نفس ذائقتہ الموت ثم الینا ترجعون

یعنی "ہر نفس کو مرنا اور ہماری طرف واپس آنا ہے" اس میں لفظ "طرف" خصوصاً قابل توجہ ہے۔ "طرف" کے لفظ سے اللہ تعالیٰ نے صرف سمت ظاہر کی ہے یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے اندر مل جانا یا سما جانا ہے جیسا کہ بعض صوفیاء اور عوام کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے

یایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ (انشقاق۔ 6) "اے انسان تو جو اس کوشش سے اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے تو ضرور اس سے ملے گا" اور یہ بھی فرمایا ہے کہ۔

لترکبن طبقاعن طبق (انشقاق۔19)

یعنی "تم کو چڑھنا ہے (اللہ تعالیٰ کی طرف) طبق طبق کر کے" یہاں طبق طبق سے مراد عالم مثال کے وہی طبقات ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ طبق ہمیشہ ایک دوسرے کے اوپر ہوتے ہیں برابر برابر کے قطعات کو طبق نہیں کہتے۔

یہاں ہم یہ بھی عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ ان بیانات میں جو کچھ کہا گیا ہے اور جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں مثلاً "اوپر نیچے، آگے پیچھے دور اور نزدیک وغیرہ یہ سب سمجھانے کے لئے ہیں، ورنہ عالم مثال اور عالم امر میں اطراف، وقت اور فاصلے کے وہ اندازے ہرگز نہیں جو اس عالم مادی میں ہیں، لیکن جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہاں وقت اور فاصلہ وغیرہ موجود ہی نہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ الحج میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ اگر وقت اور فاصلے کی مزید حقیقت معلوم کرنی ہو تو ٹائم اور سپیس پر موجودہ زمانہ کی تحقیقات سے جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ پڑھو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وقت اور فاصلے کا جو تصور تمہارے ذہن میں ہے اور جسے تم حقیقت

سمجھتے ہو وہ تو صرف تمہارے ان حواس اور قویٰ کی وجہ سے ہے جو تم کو قدرت نے عطا کئے ہیں' اگر ایک ہوائی جہاز مشرق سے مغرب کی طرف اس رفتار سے سفر کرے جس رفتار سے زمین اپنے محور پر گھومتی ہے اور جس وقت وہ روانہ ہو اس وقت سورج افق مشرق سے صرف ایک درجہ بلند ہو چکا ہو تو اس جہاز کے لئے چوبیس گھنٹے ہمیشہ ایک ہی وقت رہے گا' یعنی سورج ہمیشہ ایک ہی درجہ بلند نظر آتا رہے گا۔ یہی حال فاصلے کا ہے' اگر ہمارے قد موجودہ اوسط سے دس گنا بڑھے ہوتے یا آئندہ ہو جائیں یا ہماری رفتار موجودہ اوسط رفتار سے بقدر دس گنا بڑھ جائے تو ہمارے لئے فاصلہ بقدر دس حصے کم ہو جائے گا' یعنی دس میل ایک میل کے برابر معلوم ہو گا۔ یہی حال بصارت کا ہے' ادھر ایک آدمی لندن میں ٹیلی ویژن پر کھڑا ہوا ادھر وہ کراچی یا بمبئی بلکہ ساری دنیا میں ہر جگہ کے ٹیلی ویژنوں پر فوراً ہی نظر آئے گا۔ یہی حال آواز کا ہے' ادھر نیویارک یا برطانیہ کے براڈ کاسٹنگ اسٹیشنوں پر کوئی بولا ادھر تمام دنیا کے ریڈیو اسٹیشنوں پر اس کی آواز پہنچ گئی۔ ایٹم کی ساخت پر غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ بجائے خود ایک نظام شمسی ہے جو اس ننھے منھے معدوم ذرہ میں پوشیدہ ہے اور اسی قائدے سے کام کر رہا ہے جس سے آسمانوں میں بڑے بڑے نظام ہائے شمسی کام کرتے ہیں۔ کیا ان چیزوں کے مطالعہ اور ان باتوں پر غور کرنے سے ایک حی و قیوم اور قادر و توانا ہستی کا ثبوت نہیں ملتا جو ان سب کو اپنی مرضی کے مطابق چلا رہی ہے' لیکن یہ ایمان انہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو علم حاصل کر کے غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ (جاری ہے)

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی نسبت باطنی حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار ؒ سے ہے آپ پہلے خواجہ خواجگان شاہ نقشبند حضرت سید محمد بہاؤ الدین ؒ سے بیعت ہوئے اور ان کی صحبت میں رہے خرقہ و خلافت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار ؒ نے عطا فرمائی آپ چرخ کے رہنے والے تھے جو غزنی میں ایک گاؤں ہے آپ نے اپنی کتاب مناقب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب خدائے پاک کی عنایت بے غایت سے طلب کی خواہش اس فقیر کے دل میں پیدا ہوئی تو فیض لا متناہی کی کشش اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہ کی خدمت میں پہنچا دیا میں بخارا میں آپ کی صحبت میں رہتا اور آپ کی خدمت کرتا حضرت خواجہ بھی مجھ پر خصوصی نظر فرماتے۔ یہاں تک کہ ہدایت خداوندی سے مجھے یقین حاصل ہوا کہ آپ مخصوص اولیاء اللہ سے ہیں اور کامل و مکمل ہیں۔ ارشادات غیبی اور بہت سے واقعات کے بعد میں نے کلام الٰہی سے تفاول کیا تو یہ آیت نکلی اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ "یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے پس تم ان کی ہدایتوں کی پیروی کرو" ایک روز مقام فتح آباد میں جو اس فقیر کا مسکن تھا مزار حضرت شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دم میرا دل حضرت خواجہ نقشبند ؒ کی طرف متوجہ ہوا میرا باطن بے چین ہو گیا پس میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا حضرت خواجہ کی قیام گاہ قصر عارفاں پہنچا تو حضرت خواجہ کو راستہ میں کھڑے ہوئے پایا حضرت نے مجھ سے ملاقات فرمائی اور نماز مغرب کے بعد شرف صحبت بخشا حضرت خواجہ کی ہیبت مجھ پر ایسی طاری ہوئی کہ کلام کرنے کی طاقت نہ رہی اثناء کلام حضرت خواجہ نے فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے۔ العلم علمان علم القلب فذالک العلم النافع علم الانبیاء والمرسلین و علم اللسان فذالک حجتہ اللہ علی ابن آدم علم دو طرح کا ہے پہلا علم قلب اور یہ علم نفع دیتا ہے اور یہ نبیوں اور رسولوں کا علم ہے اور دوسرا علم زبان اللہ کی حجت ہے آدم علیہ السلام کی اولاد پر۔ فرمایا کہ مجھ کو امید ہے کہ علم باطنی کا حصہ تم کو ملے گا پھر آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اذا جالستم اھل الصدق فاجلسوھم بالصدق فانھم جواسیس

القلوب یدخلون فی قلوبکم وینظرون الی هممکم تم جب اہل صدق کی صحبت میں بیٹھو تو سچائی کے ساتھ بیٹھو کیونکہ وہ قلب کے جاسوس ہیں وہ تمہاری دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور تمہاری ہمتوں کو دیکھتے ہیں اس کے بعد ایک مدت تک حضرت خواجہ کی صحبت میں رہا یہاں تک کہ حضرت خواجہ نے فقیر کو بخارا رخصت ہونے کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو کچھ مجھ سے تمہیں ملا ہے بندگان خدائے بزرگ و برتر تک پہنچانا تاکہ سعادت کا سبب رخصت کی وقت تین بار حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تجھ کو ہم خدا کی سپرد کرتے ہیں اور اس سپرد کرنے میں بہت سی امیدیں ہیں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے ان اللہ اذا استودع لہ شی حفظہ جب کوئی شخص کسی کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سپرد کرتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ میں بخارا سے نکل کر شہر کش میں پہنچا اور کچھ دن وہاں قیام کیا۔ اس قیام کے دوران خبر ملی کہ حضرت خواجہ انتقال فرما چکے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون میرے دل پر اس واقعہ کا بڑا رنج و صدمہ ہوا اور یہ خوف عظیم غالب ہوا کہ مبادا دنیا کی طرف میری طبیعت مائل نہ ہو جائے اور طلب خداوندی باقی نہ رہے میں نے خواب میں حضرت خواجہ کو دیکھا کہ حضرت زید بن حارثہؓ کا تذکرہ فرما رہے ہیں اور یہ آیت پڑھی وما محمدالا رسول اللہ قد خلت من قبلہ الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم محمد ﷺ نہیں ہیں مگر ایک رسول ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں بالفرض اگر وہ وصال فرما جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے۔ اس واقعہ کے بعد خیال ہوا کہ اس زمانہ کے دوسرے درویشوں میں شامل ہو جاؤں پھر دوسری مرتبہ خواب میں حضرت خواجہ کی زیارت ہوئی فرمایا قال زید ابن الحارثہ الدین واحد زید بن حارثہؓ نے فرمایا دین ایک ہے۔ اس ارشاد سے میں سمجھا کہ دوسرے درویشوں میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے تمام صحابہؓ میں سے حضرت زید بن حارثہؓ کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے منہ بولے صاجزادے تھے اسی طرح حضرات خواجگان قدس اللہ اسرار ہم بھی طالبوں کی فرزندی میں قبول کرتے ہیں اس لیے ان کے اصحاب بھی دوسروں سے ممتاز ہیں۔ تیسری بار پھر حضرت خواجہ کی زیارت ہوئی میں نے عرض کیا کہ قیامت میں آپ کو کس چیز سے پاؤں گا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ شریعت پر عمل کرنے سے اس بشارت میں اس ارشاد کی طرفاشارہ ہے جو کہ آپ عالم حیات میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا فضل الٰہی سے آیات قرآنی و احادیث

نبوی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم پر عمل کرنے کی برکت سے اور عمل سے نتیجہ طلب کرنے تقویٰ اور حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھنے شریعت اور طریقہ اہل سنت وجماعت پر چلنے اور بدعت سے پرہیز کرنے سے پایا۔ فرمایا کہ جب حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ نے فقیر بخارا سے سفر کرنے کی اجازت فرمائی خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہ کی طلب پر ان کے پاس بھیجا تھا ان کی متابعت کے لیے اشارۃ حکم دیا تھا پس جب میں بخارا سے کش پہنچا اور کش سے ولایت بدخشاں کو گیا تاکہ وہاں سے چرخ جاکر حصول علوم میں مشغول ہو جاؤں تو عنایت حق سبحانہ وتعالیٰ سے حضرت خواجہ علاؤالدین عطار (رحمتہ اللہ علیہ) بخارا سے تشریف لائے اور قاصد کے ہاتھ ایک خط فقیر کے پاس بھیجا اور اس اشارہ متابعت کو یاد دلایا چنانچہ میں آپ کی خدمت عالی میں حاضر ہوا آپ کی نظر الطاف فقیر کے حال پر سب اصحاب سے زیادہ تھی میں نے آپ کی صحبت میں ایک مدت صرف کی جب حضرت کا وصال ہو گیا تو میں نے چاہا کہ حضرت خواجہ کے اس ارشاد کی تعمیل کروں کہ جو کچھ ہم سے تجھ کو پہنچا ہے تو اس کو بندگان خدا کو پہنچانا اور بقدر امکان اس کی کوشش کرنا فقیر اپنے آپ کو اس خدمت کا اہل نہیں سمجھتا تھا مگر فقیر کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ کا اشارہ خالی از حکمت نہیں حضرت مولانا یعقوب چرخی (رحمتہ اللہ علیہ) نے ایک تفسیر اور دیگر عمدہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ۸۳۸ھ میں آپ نے وصال فرمایا (انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ کا مزار شریف ہلتغور میں ہے۔"

اکسیر محبت

(ایم محمد طالب)

اللہ تعالیٰ کی محبت کو اکسیر کہا گیا ہے یہ اکسیر نہیں بلکہ اکسیر اعظم ہے۔ اکسیر سے تو صرف تانبے کو سونا بنایا جاتا ہے مگر اللہ کی محبت سے تو پتھر دل بھی کندن بن جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ کی شدید محبت کو ایمان والوں کی صفت قرار دیا۔

اسی لئے اقبالؒ کہتے ہیں کہ

مومن ار عاشق نہ باشد کا فراست

(مومن اگر عشق سے خالی ہے تو وہ کافر ہے)

انسانی زندگی کی ساری جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ انسانی طبیعت میں وراثت اور ماحول کے باعث جو غلط اثرات پیدا ہو چکے ہیں انہیں دور کیا جائے۔

ان مضر اثرات سے پیچھا چھڑانے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے ایک یہ کہ کائنات میں تحفظ کا احساس ہو اور دوسرا اپنا محاسبہ جاری رکھے۔ پہلی چیز اللہ تعالیٰ پر ایمان سے حاصل ہوتی ہے دوسری چیز کے لئے آخرت پر ایمان ضروری ہے اور یہی دو تصورات ہر پیغمبر کی تعلیم کے بنیادی عقائد رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شدید محبت سے طبیعت میں گداز اور نرمی پیدا ہوتی ہے اور پھر اسے باسانی بدلا جا سکتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ محبت نرمی کے ساتھ گرمی بھی پیدا کرتی ہے اور یہ گرمی عمل کی محرک اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے والی قوت بنتی ہے۔

تصوف کی ایک تعریف "اللہ تعالیٰ کی شدید محبت کے ذریعے اپنے آپ کو رسول پاک ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق ڈھالنا ہے"۔

قرآن پاک کے مطابق کائنات اور اپنے اندر غور و فکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت حاصل ہو سکتی ہے مگر اس کے لئے ایک شارٹ کٹ بھی ہے وہ "کسی اہل دل باکشتہ محبت الٰہی کے پاس بیٹھنا ہے"

گرد مستان گردے کم رسد بو کئے رسد
بوئے ے گرہم نہ باشد رویت ایشاں بس است

مستوں کے گرد گھومتا رہ، اگر محبت کی شراب نہ ملے تو کم از کم اس کی بو تو حاصل ہو جائے گی اور اگر یہ بھی نہ ملے تو انکا دیدار ہی کافی ہے۔

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں شوز دمبدم

(بشکریہ۔ نوائے وقت)

کشتی اسلام بھنور میں مگر کیوں؟

مسرت لغاری

کیا ہم نے اس نور آسمانی کتاب کی حفاظت و امانت کا حق ادا کر دیا ہے؟ اگر کر دیا ہے تو ہم ہر لمحہ اپنی مظلومیت کا پرچم کیوں بلند کئے رکھتے ہیں؟ اپنے گریبان میں جھانکنے کے بجائے ایک دوسرے کو ظلم کا الزام دینے کے لئے ہر لمحہ کیوں کمربستہ رہتے ہیں؟ کیا اب ہمیں یہ تسلیم نہیں کر لینا چاہیے کہ ہم ہی کتاب روشن کے مطابق وہ ظالم لوگ ہیں جن کے کانوں' آنکھوں اور دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہریں لگا دی ہیں۔ ہم ہی ایک دوسرے پر' خود پر اور پورے معاشرے پر اس حد تک ظالم ہیں کہ نہ خود سنورتے ہیں نہ کسی کو سنورنے دیتے ہیں؟ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ غیروں کا ظلم ہم پر بطور آزمائش طاری کر دیا گیا ہے۔ یہ ہم ظالم نہیں تو اور کیا ہیں کہ انفرادی اور مجموعی سطح پر ہمارے ہاں قدم قدم پر بے ایمانی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ ٹی وی پر نوجوان پیپسی نسل کے قبضے کے بعد وہ اچھل کود اور بے حیائی کو دیکھنے والے شرفاء کی یا تو آنکھیں پھٹ جاتی ہیں یا جھک جاتی ہیں' کون کہتا ہے کہ کشمیر کو آزاد کرائیں گے' یہ تو وہ ہیں جن کا جذبہ آزادی صرف لڑکیوں کو گھروں سے آزاد کروا کر انہیں فتح کرنے پر جتا ہوا ہے۔ ٹی وی کے بڑوں میں سے ہے کوئی ایسا مظلوم جو انہیں کہہ سکے کہ بند کرو نوجوان نسل پر یہ ظلم' ہم تمہیں نئی نسل معصوم کو ڈانس' لچر گانوں اور مخرب الاخلاق ڈراموں کے ہاتھوں گروی نہیں رکھنے دیں گے' آئندہ سے ہر روز کچھ دانشور ٹی وی پر آکر نوجوان نسل سے بات کر کے ان کے قبلے اور کعبے درست کریں گے مگر یہ سب کچھ کون کہے؟ کیسے کہے؟ اور کس سے کہے؟ بے راہروی کا زہر ایک نامعلوم' پراسرار انداز سے ان کی رگوں سے روح تک اتر رہا ہے۔ ہم "بڑے" اپنا قصور کیوں مانیں گے؟ اسی طرح رشتوں میں بے حسی کا وہ عالم کہ بندے کی پشت سے پشت لگ گئی ہے' محبت و مروت کہانیاں ہو گئی ہیں۔ بدی' بدنیتی کا عمل عادت بن کر سہانا ہو گیا ہے' حسد و جلن کی افراط نے محبتیں چاٹ لی ہیں' دوسروں کا استحصال نقطہ عروج پر ہے۔ رشوت' سفارش اور دوسروں کا حق مارنے کی بدی آکسیجن بن گئی ہے' روحانی خلا اس حد تک

بیکراں ہو چکا ہے کہ تمام لوگ خالی ٹین کی طرح آپس میں بجتے پھر رہے ہیں جب کہ شاہی خود غرضی کا وہ عام ہے کہ حاکم و محکوم کے درمیان دو دو میل لمبے چوڑے محلات حائل ہیں۔ پولیس کے عقوبت خانوں کو دیکھ لیں' فاقہ زدہ غریب ولاچار قیدیوں پر تشدد کی وہ انتہا کہ باقاعدہ ان کو تکہ بوٹی کیا جاتا ہے' وڈیروں کے پر اسرار قید خانوں اور تہہ خانوں میں ان کی رعایا بیمار جانوروں کی طرح رینگ رہی ہے۔ عورت جیسی نازک مخلوق کو ماں کے درجے سے اٹھا کر ٹریکٹر کے پیچھے باندھ کر موت تک گھسیٹا جاتا ہے۔ سربازار اسے عریاں نچایا جاتا ہے۔ اس کی قرآن سے شادی کی جاتی ہے۔ کاروکاری کی رسم کے تحت سنگ باری کر کے اسے انچ انچ قتل کیا جاتا ہے' معصوم بچوں کو خرکار ان کی معصومیت کی سزا آنکھیں نکال کر' ہاتھ پاؤں توڑ کر ان کی کچی بوٹیاں گرم لوہے سے داغ دیتے ہیں۔ فلموں میں عریانی کا وہ مقام کہ اخبار میں محض اشتہار پر ہی نظر پڑ جائے تو کئی ہفتوں تک کے لئے ایمان ٹل جاتا ہے۔ ہماری عظیم قومی سطح کی اداکاراؤں سمیت ترکی اور مصر کی ڈانسر بیبیاں بھی سنا ہے محض چند گرہ کپڑے کی دھجیوں پر گزارہ کر کے ناچ رہی ہیں۔ پچھلے دنوں اسرائیلی وزیر اعظم نے ہمیں طعنے کا ایک عمدہ نوکدار تیر روانہ کیا تھا کہ جب تک موٹے موٹے مسلمان اپنے حرم کو چوبیس چوبیس گھنٹوں تک آباد رکھیں گے ہم انہیں 24 گھنٹے برباد کرتے رہیں گے' ٹینکوں کے نیچے کچلتے رہیں گے' ہم مسلمانوں کو جاگنے نہیں دیں گے' اس طرح امریکہ ہر مسلمان ملک میں ہمارا بہتا ہوا سونا پیتا جا رہا ہے' کچھ کنویں اس نے اپنے لئے ہماری مدد سے افغانستان میں بھی فارغ کرائے ہیں' ہمارے ہاں انصاف کے دوہرے معیار کا یہ حال کہ جرم چاہے ایک ہی نوعیت کا ہو' مجرم غریب ہو تو اس کے منہ کو بند کر دیا جاتا ہے' امیر ہو تو منصور الحق ہوتا ہے۔ اپنے اصل زر پر 75 لاکھ کا منافع بصورت زکوٰۃ غریب وطن کے منہ پر مار کر اس کے لئے دوبارہ وہی عیش و عشرت ہے' قید بھی محل سے کم نہ رہی۔ وہاں بھی اعزازات سے فائدہ نچوڑا جاتا ہے' جی ہاں۔ یہاں اردو کی رشوت انگریزی کی Deal کہلاتی ہے اور جو حکومت کو دی جاتی ہے۔ سنو صاحبو ہم یہ سب کچھ کر بھی رہے ہیں شکوہ سنج بھی ہیں' کہ ہم اپنی کرنی بھرنی کے جنجال میں کیوں پھنس گئے ہیں ہماری کشتی کیوں ڈول ڈگمگا رہی

ہے؟ خدا کا خوف کرو اور نصف شب کو اٹھ اٹھ کر سوچو اور روؤ اور توبہ تائب ہو کر خدا سے پوچھو ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ وہ ہمیں ہماری تباہی کا سارا راز بتا دے گا بلکہ یہ بھی کیوں بتائے ہم سب اپنے اپنے دل میں منصف ہیں۔ ہم تو اس قدر میرے اور خوف خدا سے پھرے ہوئے ہیں کہ مغربی استعمار اور اتحاد سے بھی سبق نہیں سیکھ لیتے کہ ان کے بم بردار جہاز کس طرح ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اور پرسے پر ملا کر کونجوں کی ڈاروں کی طرح آتے ہیں اور ہم مسلمانوں کو اجاڑ جاتے ہیں' روند جاتے ہیں' ہمارا وہ پاک مذہب جو کوہ صفاء کی چوٹیوں سے اترا تھا۔ اسے انہوں نے ایکسرے مشین کے پھٹے پر لٹا دیا ہے' کیوبا میں طالبان کو ایکسرے کر کے ان کے کلیجے کھودے جا رہے ہیں' دلوں تک شعائیں پہنچائی جا رہی ہیں تاکہ ان میں سے اللہ اور رسول ﷺ کا نام نعوذ باللہ کھرچ لیں۔ مگر ایک بات یہ بھی سن لو یہ سب کچھ ایسے نہیں ہو گیا' استعمار و کفر نے یہ سب کچھ کرنے سے پہلے ہماری چودہ سو سال پہلے کی تمام تر کمزرویوں کو جمع کر کے کوہ صفاء کے برابر اونچا پہاڑ بنالیا تب جا کر انہوں نے یہ سارا نیٹ ورک ترتیب دیا بلکہ ہم نے یہ سب کچھ اپنے خلاف انہیں کرنے کی خود ہمت اور مہلت عطا کی ہے۔ آخر کیوں عطا کر دی؟ جن اخلاقی بیماریوں' روحانی کمزوریوں اور معاشرتی برائیوں میں ہم پڑ گئے ہیں کیا یہ سب کچھ مٹانے کے لئے ہمارا پاک مذہب اس دنیا پر نہیں اتارا گیا تھا؟ ہم سے تو اتنا بھی نہیں ہو سکا کہ تمام مسلم امہ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ایک بلاک بن جائے' 57 اسلامی ملک تو آدھی دنیا ہے مگر ہم سب کیا کر رہے ہیں۔ ہم سب ایک ہو جائیں تو مغربی استعمار کی کھال کھینچ لیں' ہم اپنی تمام تر افرادی قوت غیر ممالک سے واپس بلا کر ان 57 ملکوں میں روزگار کے لئے پھیلا دیں' ان کے بینکوں سے اپنی رقوم نکال لیں' ان کی سڑکوں پر اپنا مائع سونا بہانا بند کر دیں' تیل کو ان کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کریں' جہاں جہاں مسلم ممالک کی سرحدیں آپس میں ملتی ہیں وہ ایک مٹھ ہو جائیں ایک فوج رکھیں انہوں نے مادی ترقی کی ہے ہم روحانی ترقی میں اس قدر آگے نکل جائیں کہ ان کی تمام تر قوتوں اور ارتقاء کو یہیں منجمد کر دیں۔ وہ ہمیں مادی اور سطحی ترقی دکھا کر دھمکا رہے ہیں ہم ان کے مقابلے میں اپنے ایمان کی طاقت کو لے آئیں۔ جس سے وہ

پہلے ہی خوفزدہ ہیں نہ کہ ہم ان کے حکم پر اپنی اس قوت ایمانی ہی کو کمزور کر کے بلکہ اپنے اندر سے باہر نکال کر ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیں۔ بخدا بخدا ہمارے پاس امت مسلم کے اتحاد اور پاک مذہب کی طاقت دو ایسے مضبوط چپو ہیں جن کے سہارے ہم اپنی کشتی کو کفار کے تمام تر تلاطم، طوفانوں، گردابوں اور بھنوروں سے باہر نکال کر لے جاسکتے ہیں جس طرح چاند ستاروں والا پرچم بھی جب کھلے تو زمین سے آسمان تک چھا جائے۔ ہم چاند سے چاند اور ستاروں سے ستارے جا ملائیں گے، ہم رب العالمین اور رحمت العالمین ﷺ کو جا کر بتا دیں گے کہ آپ نے ہم پر جو پاک مذہب اتار کر احسان کیا تھا ہم نے وہ احسان چکا دیا ہے۔ ہم نے پوری دنیا پر تیرے نام کو پھیلا دیا ہے، ہم نے تیرے احسان کا استقبال کیا تھا اسے پذیرائی دی تھی اسے آج دوبارہ ہم نے کوہ صفا تک اونچا کر دیا ہے مگر یہ سب کچھ کہنے، یہ سب کچھ کرنے کے لئے، سب سے پہلے ہمیں اپنے دلوں کی منڈیروں پر رکھے ہوئے قطار اندر قطار خواہشات، خود غرضیوں، بے ایمانیوں، عیاشیوں اور کرپشن کے ان چھوٹے چھوٹے ہزاروں بتوں کو گرانا ہو گا، توڑنا ہو گا جنہیں ہم نے پال پال کر لات و منات اور ہبل بنا لیا ہے، دل سے جینے کی تمنا نکال کر شہادت کی حسرتیں بسانی ہو گی اور اگر ہم نے یہ سب کچھ کر لیا تو پھر ہماری کشتی بھنور میں نہیں کنارے پر ہو گی اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم کفار کی کشتی کو ڈوبتا دیکھ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو، ہم اپنے کانوں، آنکھوں اور دلوں کی مہروں سے پناہ مانگتے ہیں اور مہریں مٹا دینے والے کی پناہ میں آتے ہیں۔

ایٹم بم قرآن کی نظر میں

نوع انسانی کا بلا وجہ قتل ایک سنگین جرم

(مولانا محمد شہاب الدین ندوی ؒ)

مسلمان اگر علوم و فنون کے باب میں آج بھی امام ہوتے تو وہ منشائے خداوندی کے مطابق مظاہر کائنات کی "تسخیر" کا صرف افادی پہلو مد نظر رکھتے اور اس کے مضر و ہلاکت خیز پہلوؤں سے سے گریز و اجتناب کرتے۔ جب کہ آج حال یہ ہے کہ دنیا کی موجودہ جنگ باز قومیں دنیائے انسانیت پر جوہری اور جراثیمی جنگ مسلط کر کے تمام انسانوں کو موت کی نیند سلا دینے کے درپے نظر آ رہی ہے۔ یہ نتیجہ اس بات کا ہے کہ علم جدید طبیعی "صالح" یا خدا پرست ہاتھوں سے نکل کر "غیر صالح" ہاتھوں میں پڑ گیا ہے اور اب انہیں قابو میں رکھنے والی کوئی موثر قوت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ بلکہ موجودہ جنگ باز قومیں خدا کی مرضی و منشاء سے غافل ہو کر من مانی کرنے لگی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب معاشرے میں مذہب کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تو اس کا خطرناک نتیجہ وہی نکلا جس کو لا محالہ نکلنا چاہئے تھا۔ کیونکہ جب کسی برتر ہستی کے سامنے جوابدہی کا تصور ہی ذہن و دماغ سے نکل گیا تو پھر انسان خود کو تمام بندھنوں سے آزاد سمجھنے لگا۔

یہ موجودہ جنگ باز انسانوں کی ایک خطرناک روش ہے جس کی وجہ سے انسان کا پورا مستقبل بھیانک اور تاریک دکھائی دے رہا ہے۔ یہ دراصل عالم انسانی کا ایک بہت بڑا اور زبردست نقصان ہے جو زوال ملت اسلامیہ کے بعد پیش آیا ہے اور اب قیادت کے اس خلا کو پر کرنا بظاہر بہت مشکل نظر آ رہا ہے۔ لیکن جہاں تک دین ابدی کی فکری و نظریاتی قیادت کا تعلق ہے وہ اس مسئلے میں عالم انسانی کی پوری طرح رہنمائی کر کے ایسے خطوط متعین کرتا ہے جن سے معاشرہ کی تعمیر و بہبود ہوتی ہو اور ان تمام غلط رجحانات پر بندشیں عائد کرتا ہے جو معاشرے کی تخریب اور اس کی بربادی کا باعث

ہو سکتے ہوں اور یہ تمام خصوصیات ایک زندہ مذہب اور زندہ کتاب ہی کی ہو سکتی ہیں کہ وہ ہر حال میں عالم انسانی کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

بہر حال جن آیات میں مظاہر عالم کی تسخیر اور مادی اشیاء سے مستفید ہونے کا ذکر کیا گیا ہے ان ہی آیات میں بصراحت یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ظاہری اور باطنی نعمتوں کا استعمال نوع انسانی کے فائدے اور بنی آدم کے خیر و فلاح کے طور پر ہونا چاہئے۔ مثلاً"

الم تروا ان اللہ سخرلکم ما فی السموت وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنتہ

کیا تم نے مشاہدہ نہیں کیا کہ زمین اور اجرام سماوی میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ نے تمہارے (فائدے کے) لئے مسخر کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی تمام نعمتیں پوری کر دی ہیں؟ (لقمان 20)

وسخرلکم ما فی السموت وما فی الارض جمیعا منہ

اور اس نے تمہارے (فائدے کے) لئے ارض و سماوات کی تمام چیزوں کو رام کر دیا ہے۔ (یہ سب) اسی کی جانب سے (بطور تحفہ) ہیں۔ (جاثیہ۔13)

یہ اور اس قسم کی دیگر آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کی تمام اشیاء اور مادی مظاہر کو نوع انسانی کے فائدے کی غرض سے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا ان اشیاء کی تسخیر میں انسانیت کا فائدہ اور تعمیری پہلو ملحوظ رہنا چاہئے اور پھر لفظ "نعمت" کا مفہوم بھی یہی ہے کہ وہ نوع انسانی کے لئے زحمت یا مصیبت نہ بنے بلکہ وہ خدائے رحمان کا عطیہ ہونے کی حیثیت سے ہر حال میں اس کی رحمت کا مظہر رہے۔

اس لحاظ سے اسلام کی نظر میں جوہری بموں، نیپام بموں، جراثیمی بموں اور دیگر ایٹمی اسلحہ کا استعمال بہت برا فعل اور سنگین جرم ہے، جو نوع انسانی کی تباہی و بربادی اور بے گناہ انسانوں کی ہلاکت کا باعث ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے تمام انسان "عیال اللہ" یعنی اللہ کا کنبہ ہیں، لہٰذا وہ ان کی

بلا وجہ اور بغیر کسی گناہ کے تباہی و بربادی کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ اسلام کی نظر میں ہر انسانی جان قیمتی اور قابل احترام ہے۔ لہٰذا وہ کسی ایک انسان کے بلاوجہ قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے۔

من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا

جس نے کسی شخص کو بغیر کسی جانی عوض یا فساد کے قتل کر ڈالا تو اس نے گویا تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ (مائدہ۔32)

یہ اس مسئلے کا شرعی پہلو ہے۔ مگر موجودہ بین الاقوامی سیاسی ماحول ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دنیا کے کئی ممالک ایٹمی ہتھیاروں سے مسلح ہیں اور فوجی لحاظ سے کمتر قوموں اور خصوصاً اسلامی ممالک کو' بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر دھمکاتے رہتے ہیں تو کیا مسلم ممالک کو بھی "طاقت کا توازن" برقرار رکھنے کی غرض سے ایٹمی ہتھیار تیار کرنا چاہیے؟ تو اس مسئلے میں اگرچہ دینی و شرعی نقطہ نظر سے اس کی قباحت تو صاف ظاہر ہے مگر ایک فقہی اصول "الضرورات تبیح المحظورات" (ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں) کے تحت طاقت کا توازن برقرار رکھنے کی غرض سے اس کا جواز نکل سکتا ہے۔

شادی کی اہمیت

(شیخ عبداللہ ناصح علوانؒ)

مثالی شادی اور تربیت سے اس کا ربط و تعلق

اس سے پہلے کہ ہم ان بنیادوں اور قواعد کو ذکر کریں جو دین اسلام نے اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں مقرر کئے ہیں بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم چاہے مختصرانداز سے ہی سہی۔ شادی کے تین پہلوؤں پر روشنی ڈالیں۔

الف۔ شادی انسانی فطرت ہے۔

ب۔ شادی معاشرتی ضرورت ہے۔

ج۔ شادی خوب سے خوب تر کے انتخاب اور اختیار کا نام ہے۔

ان گوشوں کا پیش کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اس سے یہ واضح ہو گا کہ ذمہ داریوں کو بوجھ اٹھانے' اولاد صالح کے پیدا کرنے' بچہ کے نسب کا اعتراف کرنے' بچہ کے اخلاق کی درستگی و جسم کی تندرستی' بچہ سے والدین کے پیار و محبت' میاں بیوی کا اس کی تربیت کے سلسلہ میں باہمی تعاون' بچہ کی کجی اور بے راہ روی کی اصلاح کرنے اور اس کو دنیاوی زندگی کے لئے ایک نیک صالح انسان بنانے میں تربیت کا کتنا گہرا ربط و تعلق ہے لیجئے ان تینوں گوشوں میں سے ہر ایک پہلو پر کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے:۔

الف۔ شادی انسانی فطرت ہے

شریعت اسلام کی بنیادی تعلیمات میں یہ بات صاف اور واضح نظر آتی ہے کہ اسلام نے رہبانیت و مجرد زندگی گزارنے کی سخت مخالفت کی ہے جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ رہبانیت انسانی فطرت کے خلاف اور اس کی خواہشات و جذبات اور طبیعت و مزاج سے متصادم ہے' چنانچہ امام بیہقیؒ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان مبارک روایت فرماتے ہیں کہ۔

ان اللہ ابدلنا بالرھبانیہ الحنیفہ السمحہ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں رہبانیت کے بدلے آسان و سیدھا دین حنیف عطا فرمایا ہے۔

نیز امام طبرانی و امام بیہقی رحمہا اللہ رسول اکرم ﷺ سے آپ کا یہ فرمان مبارک نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

من کان موسرا لان ینکح ثم لم ینکح فلیس منی

جو شخص نکاح کر سکتا ہو اور پھر بھی نکاح نہ کرے تو وہ مجھ سے نہیں۔

ان دونوں احادیث مبارکہ اور اس جیسی دیگر احادیث سے آپ کو یہ بات صاف معلوم ہو رہی ہو گی کہ اسلامی شریعت مسلمان کے لئے شادی نہ کرنے کو حرام قرار دے رہی ہے اور باوجود قدرت اور اسباب کے موجود ہونے اور وسائل کے پائے جانے کے رہبانیت کی غرض اور عبادت کے لئے فارغ رہنے اور اللہ کی عبادت و قرب کے حصول میں لگے رہنے کی نیت سے شادی نہ کرنے کو ممنوع قرار دے رہی ہے۔

معاشرے کے افراد کی نگرانی و دیکھ بھال اور نفس انسانی کے علاج کے سلسلہ میں اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور موقف پر غور کریں تو ہمیں مزید یقین ہو گا کہ یہ دیکھ بھال و نگرانی اور یہ علاج انسان کی حقیقت کی معرفت پر مبنی تھا اور اسکا مقصد انسانی فطرت کے جذبات و احساسات کی آواز پر لبیک کہنا تھا تاکہ معاشرہ کا کوئی بھی فرد اپنی حدود سے باہر نہ نکلے اور ایسا قدم ہرگز نہ اٹھائے جو اس کی طاقت و قوت اور دائرہ اختیار سے باہر ہو اس کے بجائے ہر شخص سیدھے راستہ پر طبعی رفتار کے مطابق مناسب و معتدل رفتار سے چلے تاکہ جس راستہ پر اور لوگ چل چکے ہیں اس پر وہ بغیر کسی لغزش کے آسانی سے چلتا رہے اور جس راستہ پر انسانیت آگے کی جانب رواں دواں ہے وہ الٹے پاؤں نہ لوٹے اور جن راستہ پر لوگ قوت و طاقت سے چلتے رہتے ہیں یہ کمزور نہ پڑ جائے۔

فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ (روم۔30)

وہی تراش و ساخت اللہ کی جس نے لوگوں کو تراشا و ڈھالا' اللہ کے بنائے ہوئے کو بدلنا نہیں' یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

اور لیجئے ہم اس سلسلہ میں آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ایک موقف پیش کرتے ہیں اور اس کی حقیقت کے سمجھنے اور منفی سوچ رکھنے والی طبائع کے علاج اور اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں عظیم الشان موقف کی حیثیت رکھتا ہے' چنانچہ امام بخاری و امام مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تین حضرات صحابہ کرام ؓ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے

دولت کدہ پر تشریف لائے اور ان سے آپ کی عبادت و مجاہدے کے بارے میں سوال کیا' اور جب انہیں صورت حال بتائی گئی تو بظاہر ایسا معلوم ہوا کہ انہوں نے اسے کم سمجھا' انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے درجہ کو بھلا کہاں پہنچ سکتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا بخشایا بنا کر بھیجا ہے' ایک صاحب ان میں گویا ہوئے کہ میں تو ہمیشہ ساری ساری رات نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے صاحب نے ارشاد فرمایا میں روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا' تیسرے صاحب نے کہا میں عورتوں سے دور رہوں گا کبھی شادی نہ کروں گا' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا کیا تم تینوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا' اس کی عبادت کرنے والا اور متقی ہوں لیکن میں پھر بھی روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں' نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں' یاد رکھو جس نے میری سنت سے روگردانی کی' اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

ان واضح احادیث و نصوص سے ہر عقل و بصیرت رکھنے والے شخص کے لئے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اسلام شادی کو انسانی فطرت قرار دیتا ہے تاکہ انسان اپنی اس ذمہ داری اور مسئولیت کو محسوس کر سکے اور اس کا بوجھ اٹھا سکے' جو بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت کے سلسلہ میں اس کے ذمہ ہے اور یہ اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب وہ اس انسانی فطرت کی آواز پر لبیک کہے اور انسانی مزاج اور طبیعت کی پر شوق آواز کو قبول کرے' اور زندگی کے اس راستہ پر چلے۔

ب۔ شادی معاشرتی ضرورت ہے

یہ بات نہایت واضح ہے کہ اسلام نے نکاح کا جو نظام جاری کیا ہے اس میں بہت سے منافع اور معاشرتی و قومی فائدے ہیں جن میں سے اہم اہم کو ہم انشاء اللہ بیان کریں گے اور ان کا تربیت سے جو تعلق ہے اسے واضح کریں گے۔

1۔ بنی نوع انسان کا بقاء

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ شادی کے ذریعہ ہی انسانی نسل باقی رہ سکتی ہے اور اسی کے واسطہ سے افراد میں اضافہ اور تسلسل برقرار رہ سکتا ہے اور یہ سلسلہ قیام قیامت تک باقی رہ سکتا ہے' نسل انسانی کے اس اضافہ اور تسلسل ہی میں بنی نوع انسان کا بقاء ہے اصلاح و تربیت سے

تعلق رکھنے والے حضرات نے تربیت کے سلسلہ میں جو قواعد و ضوابط متعین کئے ہیں ان کا مقصد و داعیہ بھی یہ ہے کہ انسانی نسل کو اخلاقی اور جسمانی طور پر محفوظ رکھا جائے۔ قرآن کریم نے اس معاشرتی حکمت اور انسانی مصلحت کی جانب ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ (النحل 72)

اور اللہ نے پیدا کیں تم میں سے تمہاری ہی قسم سے عورتیں اور تم کو دیئے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے۔

یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء (النساء 100)

"اے لوگو اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں"۔

2۔ نسب کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے نکاح و شادی کا جو نظام جاری فرمایا ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جس کے ذریعہ اولاد اپنے کو اپنے والدین کی طرف منسوب کرکے فخر کرتی ہے اور اس سے اسکو نفسیاتی طور پر جو سکون اور ذاتی طور پر اپنے اوپر اعتماد و بھروسہ اور انسانی اعتبار سے عزت حاصل ہوتی ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، اگر بالفرض شادی کا یہ نظام الٰہی نہ ہوتا تو معاشرہ میں ایسے بچوں کی بھرمار ہوتی جن کا۔۔ نہ کوئی نسب ہوتا نہ عزت و احترام اور یہ اخلاق کریمانہ کے ماتھے پر ایک بدنما داغ اور اخلاقی انحطاط اور خطرناک فساد کے پھیلنے کا ذریعہ۔

3۔ معاشرہ کا اخلاقی گراوٹ سے محفوظ رہنا

شادی کے ذریعہ ہی معاشرہ اخلاقی انحطاط و گراوٹ سے بچتا ہے اور افراد معاشرتی افراتفری اور اباحیت سے محفوظ رہتے ہیں اور اتنی بات تو ہر ذی شعور کے لئے واضح ہے کہ صنف نازک کی طرف طبعی میلان کے تقاضے اگر شادی اور حلال طریقے سے پورے ہو جائیں اور جائز راستے سے شہواتی خیالات پورے ہوتے ہیں تو قوم افراد اور جماعت کے لحاظ سے عمدہ ترین آداب و بہترین اخلاق سے آراستہ ہوگی، اور وہ اس لائق ہوگی کہ اپنی ذمہ داری پوری کرسکے اور اپنے آپ کو اس

مسئولیت کے بوجھ اٹھانے کے قابل بنا سکے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر ڈالا ہے' شادی کی اخلاقی حکمت و منفعت اور معاشرتی فائدہ کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا بالکل بجا اور درست فرمایا ہے' چنانچہ آپ نوجوانوں کی ایک جماعت کو شادی کی رغبت دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یا معشر الشباب من الستطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانه اغض لبصر واحصن للفرج فمن لم یستطع فعلیه بالصور فانه له وجاء (بخاری و مسلم 'مشکوۃ 2-267)

"اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ شادی کرلے اس لئے کہ شادی نگاہ کو جھکانے و پست کرنے اور فرج (شرمگاہ) کی بہت زیادہ حفاظت کرنے والی چیز ہے اور جو شادی کی قدرت نہ رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ روزہ رکھے' روزہ اس کی شہوانی خواہشات کو ختم کرنے والا ہے"

4۔ معاشرے کا بیماریوں سے محفوظ ہونا

زنا کے نتیجہ میں جو متعدی قسم کے مہلک امراض لوگوں میں پیدا ہوتے ہیں شادی کی وجہ سے معاشرہ ان امراض سے محفوظ رہتا ہے' ان امراض میں آتشک و سوزاک اور سیلان الرحم و لیکوریا اور اس کے علاوہ اور بہت سے خطرناک امراض جو نسل انسانی کو تباہ اور جسم کو کمزور کرتے ہیں اور جن سے وبائیں پھیلتی ہیں اور بچوں کی صحت تباہ ہوتی ہے۔

5۔ روحانی اور نفسیاتی اطمینان و سکون

شادی کے ذریعہ میاں بیوی میں الفت و محبت کی روح پروان چڑھتی ہے' چنانچہ شوہر جب کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے گھر لوٹتا ہے اور بیوی بچوں سے مل بیٹھتا ہے تو وہ ان تمام افکار و پریشانیوں کو بھول جاتا ہے جو دن بھر اس کو پیش آئی تھیں اور دن بھر کی تگ و دو سے جو تکان اس پر سوار تھی وہ کافور ہو جاتی ہے' بالکل یہی حالت عورت کی بھی ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے شوہر سے ملاقات کرتی ہے اور شام کو اپنے رفیق حیات کا استقبال کرتی ہے تو دن بھر کی محنت و کام کاج کی صعوبت بھول جاتی ہے۔

اس طرح میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے زیر سایہ نفسیاتی سکون اور باہمی الفت و تعلق محسوس کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی بلیغ اور عمدہ تعبیر کے ذریعہ اس کا نقشہ کھینچا ہے ارشاد ہے۔

ومن ایته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودۃ و رحمته ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون۔ (الروم۔21)

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ بنائے تمہارے واسطے تمہاری قسم سے جوڑے کہ ان کے پاس چین ہے اور تمہارے درمیان میں پیار اور مہربانی پیدا کی' بیشک اس میں بہت پتہ کی باتیں ہیں ان کے لئے جو دھیان کرتے ہیں"

اس روحانی اور نفسیاتی سکون کی وجہ سے بچوں کی تربیت دیکھ بھال اور نگہداشت کا جو داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں۔

6۔ خاندان کی تعمیر اور بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں میاں بیوی کا باہمی تعاون

شادی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی وجہ سے زوجین خاندان کی تعمیر اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے سلسلے میں ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کرتے ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے کام کو مکمل کرتا ہے' چنانچہ بیوی وہ ذمہ داریاں سنبھال لیتی ہے جو اس سے متعلق ہیں' اور اس کی طبعیت و مزاج اور جنس سے مطابق رکھتی ہیں' مثلاً" گھر کا نظام و نسق سنبھالنا' کام کاج کرنا' بچوں کی تربیت و دیکھ بھال اور واقعی کسی نے بالکل درست کہا ہے۔

والام مدرسته اذا اعددتها اعددت شعبا طیب الاعراق

ماں ایک ایسا مدرسہ ہے کہ اگر تم نے اسے تیار کرلیا تو ایک ایسی جماعت کو تیار کرلیا جو بہترین جڑوں اور بنیاد والی ہے۔

اسی طرح مرد اپنے دائرہ کار میں ان کاموں کو سنبھال لیتا ہے جو اس کے مزاج اور جنس سے مطابقت رکھتے ہیں' چنانچہ وہ بیوی بچوں کے لئے محنت مشقت کرتا ہے کماتا ہے اور اپنے خاندان کو زمانہ کے مصائب اور ایام کے ابتلاات سے بچاتا ہے اور اس طرح میاں بیوی میں امداد باہمی کا جذبہ پروان چڑھتا اور تعاون کی روح کمال کو پہنچتی ہے جس کا نتیجہ خوش کن نکلتا ہے اور جس سے ایسی اولاد وجود میں آتی ہے جو مہذب اور نیک ہوتی ہے اور ایک ایسا مومن معاشرہ وجود میں آتا ہے جو اپنے دلوں میں ایمان کی قوت و عزیمت اور اپنے نفوس میں اسلام کی روح کا حامل ہوتا ہے اور ہر گھر خوش و خرم زندگی گزارتا ہے اور الفت و محبت' سکون و اطمینان سے دنیا کی گاڑی چلتی رہتی ہے۔

7۔ ماں باپ ہونے کے جذبہ کا بیدار ہونا

شادی کے ذریعہ ماں باپ میں جذبات ابھرتے ہیں اور ان کے دلوں میں سے اچھے احساسات اور خیالات کریمانہ کے چشمے بہتے ہیں اور ان جذبات واحساسات کے جو خوش کن اور مفید اثرات رونما ہوتے ہیں اور بچوں کی دیکھ بھال کے سلسلے میں جو شاندار نتائج نکلتے ہیں اور بچوں کی ضروریات و حاجات کے لئے تگ و دو اور ان کے لئے پرسکون اور پرکیف زندگی کی تلاش اور روشن مستقبل کی جو جدوجہد وغیرہ ہوتی ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

یہ وہ اہم معاشرتی فائدے ہیں جو شادی کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں اور اے محترم قراء کرام ۔ ان مصالح کا بچوں کی تربیت خاندان کی اصلاح، معاشرہ کے بنانے میں میں نے بڑا قریبی تعلق اور رابطہ پایا ہے، اسی لئے ہم جب دیکھتے ہیں کہ اسلامی شریعت نے نکاح کا حکم دیا، اس پر ابھارا، اس کی ترغیب دی ہے تو اس میں ذرا بھی تعجب نہیں ہوتا اور واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا ارشاد فرماتے ہیں۔

مااستفاد المومن بعد تقوی اللہ عزوجل خیر لہ من زوجہ صالحتہ ان امرھا طاعتہ وان نظر الیھا سرتہ وان اقسم علیھا ابرتہ وان غاب عنھا نصحتہ فی نفسھا ومالہ۔ (ابن ماجہ)

مومن نے اللہ کے خوف وڈر اور تقویٰ کے بعد کسی چیز سے فائدہ نہیں اٹھایا جو اس کے لئے زیادہ بہتر ہو اس نیک بیوی سے زیادہ جو (اس کے حکم کی ایسی پابند ہو، کہ اگر وہ حکم دے تو اس کی فرمانبرداری کرے اور اگر وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور اگر وہ اس کے سلسلہ میں کسی بات پر قسم کھالے تو وہ اس کے مطابق کام کر کے) اس کی قسم کو سچا کر دے اور اگر وہ اس کے پاس موجود نہ ہو تو وہ عورت اپنی نفس اور اس کے مال کے بارے میں اس مرد کی خیر خواہی کرے۔

نیز ارشاد فرمایا

الدنیا متاع وخیر متاعھا المراۃ الصالحتہ (صحیح مسلم)

دنیا سب کی سب (عیش و عشرت کا) سامان ہے اور اس کے ساز و سامان میں سے بہترین سامان نیک و پارسا عورت ہے۔ (جاری)

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی پہلو

سید سلیمان ندویؒ

خدا پر اعتماد، توکل اور بھروسہ کی شان دیکھنا ہو تو محمد رسول اللہ ﷺ میں دیکھو، حکم تھا کہ واصبر کما صبراولوا العزمہ من الرسل جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر و استقلال دکھایا تو بھی دکھا آپ نے وہی کر کے دکھایا آپ ایک ایسی جاہل اور ان پڑھ قوم میں پیدا ہوئے جو اپنے معتقدات کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی تھی. اور اس کے لیے مرنے مارنے پر تیار ہو جاتی تھی مگر آپ نے اس کی کبھی پروانہ کی، عین حرم میں جاکر توحید کی آواز بلند کرتے تھے اور وہاں سب کے سامنے نماز ادا کرتے تھے حرم محترم کا صحن قریش کے رئیسوں کی نشست گاہ تھا۔ آپ ان کے سامنے کھڑے ہو کر رکوع و سجود کرتے تھے .جب آیت (فاصدع بماتومر) (اے محمد ﷺ جو تم کو حکم دیا جاتا ہے اس کو علی الاعلان سنادو نازل ہوئی تو آپ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر تمام قریش کو پکارا اور خدائے برحق کا حکم پہنچایا۔"

قریش نے آپ کے ساتھ کیا کیانہ کیا کس کس طرح اذیتیں پہنچائیں جسم مبارک پر صحن حرم کے اندر نجاست ڈالی گلے میں چادر ڈال کر پھانسی دینے کی کوشش کی، راستہ میں کانٹے بچھائے .مگر آپ کے قدم کو راہ حق سے لغزش نہ ہوتی تھی نہ ہوئی ابو طالب نے جب حمایت سے ہاتھ اٹھالینے کا اشارہ کیا تو آپ نے کس جوش اور ولولہ سے فرمایا کہ چچا جان اگر قریش میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب بھی رکھ دیں تب بھی میں اس فرض سے باز نہ آؤں گا آخر آپ کو بنی ہاشم کی پہاڑی درہ میں تین سال تک گویا قید رکھا گیا آپ کا اور آپ کے خاندان کا مقاطعہ کیا گیا اندر غلہ جانے کی روک تھام کی گئی بچے بھوک سے بلبلاتے تھے جوان درخت کے پتے کھا کھا کر زندگی بسر کرتے تھے آخر آپ کے قتل کی سازش ہوئی۔ یہ سب کچھ ہوا. مگر صبرو استقبال کا سر رشتہ آپ کے ہاتھ سے نہ چھوٹا .ہجرت کے وقت غار ثور میں پناہ لیتے ہیں کفار آپ کا پیچھا کرتے ہوئے غار کے منہ پر پہنچ جاتے ہیں بے یارو مددگار نہتے محمد ﷺ اور مسلح قریش کے درمیان چند گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے ابوبکر گھبرا اٹھتے ہیں۔ کہ یارسول اللہ ہم دو ہی ہیں لیکن ایک تسکین سے بھری ہوئی آواز آتی ہے ابوبکرؓ ہم دو نہیں تین ہیں لا تحزن ان اللہ معنا "گھبراؤ نہیں ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے" اسی ہجرت

کے زمانہ میں اثنائے راہ میں آنحضرت ؐ کی گرفتاری کے لئے سراقہ بن جعشم نیزہ ہاتھ میں لئے گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں یارسول اللہ ﷺ ہم پکڑ لئے گئے مگر وہاں محمد رسول اللہ کے لب بدستور قرآن خانی میں مصروف ہیں اور دل کی سکینت کا وہی عالم ہے۔

مدینہ پہنچ کر یہود کا، منافقین کا اور قریش کا غار تگروں کا ڈر تھا لوگ آنحضرت ﷺ کے مسکن کا راتوں کو پہرہ دیتے تھے کہ ایک دفعہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ "یعنی خدا تجھ کو لوگوں سے بچائے گا" اسی وقت خیمہ سے سر باہر نکال کے سپاہیوں سے فرمایا لوگو۔ واپس جاؤ مجھے چھوڑ دو کہ میری حفاظت کی ذمہ داری خود خدا نے لے لی ہے۔

غزوہ نجد سے واپسی میں ایک درخت کے نیچے آرام فرماتے ہیں صحابہ ادھر ادھر ہٹ گئے ہیں ایک بدو تلوار لے کر سامنے آتا ہے آپ بیدار ہوتے ہیں موقع کی نزاکت کو دیکھو بدو پوچھتا ہے بتاؤ اے محمد ﷺ اب کون تم کو میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے اطمینان اور تسکین سے بھری ہوئی آواز آتی ہے کہ اللہ۔ اس پر اثر جواب سے دشمن متاثر ہو جاتا ہے اور تلوار نیام میں پہنچ جاتی ہے۔

بدر کا معرکہ ہے تین سو نہتے مسلمان ایک ہزار لوہے میں غرق قریش سے نبرد آزما ہیں مگران تین سو سپاہیوں کا سپہ سالار خود کہاں ہے؟ معرکہ کارزار سے الگ خدا کی بارگاہ میں دست بدعا ہے کبھی پیشانی زمین پر ہوتی ہے اور کبھی ہاتھ آسمان کی جانب اٹھتے ہیں کہ خداوند اگر آج یہ چھوٹی سے جماعت صفحہ عالم سے مٹ گئی تو پھر کوئی تیرا پرستار اس دنیا میں باقی نہ رہے گا۔

ایسے موقعے بھی آئے کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹ گئے مگر خدا کی نصرت اور مدد پر اعتماد کامل اور پورا بھروسہ رکھنے والا پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہا۔ احد میں اکثر مسلمانوں نے قدم پیچھے ہٹا لیے مگر محمد رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ پر تھے پتھر کھائے، تیروں تلواروں اور نیزوں کے حملے ہو رہے تھے خود کی کڑیاں سر مبارک میں دھنس گئی تھیں، دندان مبارک شہید ہو چکے تھا۔ چہرہ اقدس زخمی ہو رہا تھا مگر اس وقت بھی ہاتھ لوہے کی تلوار پر نہیں رکھا بلکہ خدا ہی کی نصرت پر بھروسہ اور اعتماد رہا۔ کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری کا پورا الیقین تھا حنین کے میدان میں ایک دفعہ دس ہزار تیروں کا جب مینہ برسا تو تھوڑی دیر کے لئے پیچھے ہٹ گئے مگر ذات اقدس اپنی جگہ پر تھی ادھر سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور ادھر سے انا النبی لا کذب، انا ابن عبدالمطلب

(میں پیغمبر ہوں جھوٹ نہیں ہے عبدالمطلب کا بیٹا ہوں) کا نعرہ بلند تھا' سواری سے نیچے اتر آئے اور فرمایا میں خدا کا بندہ اور پیغمبر ہوں اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔

عزیزو تم کو کسی ایسے سپہ سالار کا حال بھی معلوم ہے جس کی بہادری اور استقلال کا یہ حال ہو کہ فوج کتنی ہی کم ہو کتنی ہی غیر مسلح ہو وہ اس کو چھوڑ کر پیچھے بھی ہٹ گئی ہو۔ مگر وہ نہ تو اپنی جان کے بچانے کے لئے بھاگتا ہے اور نہ اپنی حفاظت کے لئے تلوار اٹھاتا ہو بلکہ ہر حال میں زمین کی طاقتوں سے غیر مسلح ہو کر آسمان کی طاقتوں سے مسلح ہونے کی درخواست کرتا ہے۔

یہ تھی اس راہ میں آپ کی عملی مثال۔

تم نے دشمنوں سے پیار کرنے کا وعظ سنا ہو گا لیکن اس کی عملی مثال نہ دیکھی ہو گی۔ آؤ مدینہ کی سرکار میں میں تم کو دکھاؤں۔ مکہ کے حالات چھوڑتا ہوں کہ میرے نزدیک محکومی' بے کسی اور معذوری' عفو و درگذر اور رحم کے ہم معنی نہیں ہے ہجرت کے وقت قریش کے رئیس یہ اشتہار دیتے ہیں کہ جو محمد ﷺ کا سر قلم کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ سراقہ بن جعشم اس انعام کے لالچ میں مسلح ہو کر آپ کے تعاقب میں گھوڑا ڈالتا ہے قریب پہنچ جاتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ گھبرا جاتے ہیں حضور ﷺ دعا کرتے ہیں تین دفعہ گھوڑے کے پاؤں دھنس جاتے ہیں۔ سراقہ تیر کے پانسے نکال کر فال دیکھتا ہے۔ ہر دفعہ جواب آتا ہے کہ ان کا پیچھا نہ کرو' نفسی یعنی سائیکولاجیکل حیثیت سے سراقہ مرعوب ہو چکتا ہے واپسی کا عزم کر لیتا ہے حضور ﷺ کو آواز دیتا ہے اور خط امان کی درخواست کرتا ہے کہ جب حضور کو خدا قریش پر غالب کرے تو مجھ سے باز پرس نہ ہو آپ یہ امان نامہ لکھوا کر اس کے حوالہ کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد وہ اسلام لاتا ہے آپ اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ سراقہ تمہارے اس دن کے جرم کی اب سزا کیا ہے؟

ابو سفیانؓ کون ہے وہ جو بدر' احد' خندق وغیرہ لڑائیوں کا سرغنہ تھا جس نے کتنے مسلمانوں کو تہہ تیغ کرایا۔ جس نے کتنی دفعہ خود حضور سرور دو عالم ﷺ کے قتل کا فیصلہ کیا جو ہر قدم پر اسلام کا سخت ترین دشمن ثابت ہوا لیکن فتح مکہ سے پہلے جب حضرت عباسؓ کے ساتھ آپ کے سامنے آتا ہے تو گو اس کا ہر جرم اس کے قتل کا مشورہ دیتا ہے مگر رحمت عالم کا عفو عام ابو سفیان سے کہتا ہے کہ ڈر کا مقام نہیں محمد رسول اللہ ﷺ انتقام کے جذبہ سے بالاتر ہیں پھر حضور ﷺ اس کو نہ صرف معاف فرماتے ہیں بلکہ یہ بھی فرماتے ہیں من دخل دار ابوسفیان کان امنا جو ابو سفیان کے

گھر میں پناہ لے گا اس کو بھی امن ہے۔

ہندا، ابو سفیان کی بیوی، وہ ہندا جو احد کے معرکہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گا گا کر قریش کے سپاہیوں کا دل بڑھاتی ہے وہ جو حضور ﷺ کے سب سے محبوب چچا اور اسلام کے ہیرو حضرت حمزہؓ کے ساتھ بے ادبی کرتی ہے ان کا سینہ چاک کرتی ہے ان کے کان، ناک کاٹ کر ہار بناتی ہے کلیجہ نکال کر چبانا چاہتی ہے لڑائی کے بعد اس منظر کو دیکھ کر آپ بے تاب ہو جاتے ہیں وہ فتح مکہ کے دن نقاب پوش سامنے آتی ہے اور یہاں بھی گستاخی سے باز نہیں آتی لیکن حضور ﷺ پھر بھی کچھ تعرض نہیں فرماتے اور یہ بھی نہیں پوچھتے کہ تم نے یہ کیوں کیا عفو عام کی اس معجزانہ مثال کو دیکھ کر وہ پکار اٹھتی ہے۔ "اے محمد ﷺ آج سے پہلے تمہارے خیمہ سے زیادہ کسی خیمہ سے مجھے نفرت نہ تھی لیکن آج تمہارے خیمہ سے زیادہ کسی کا خیمہ مجھے محبوب نہیں ہے"۔

وحشی، حضرت حمزہ کا قاتل، فتح طائف کے بعد بھاگ کر کہیں چلا جاتا ہے اور جب وہ مقام بھی فتح ہو جاتا ہے تو کوئی دوسرے جائے پناہ نہیں ملتی لوگ کہتے ہیں، وحشی تم نے ابھی محمد ﷺ کو پہچانا نہیں، تمہارے لئے خود محمد ﷺ کے آستانہ سے بڑھ کر کوئی دوسری جائے امن نہیں ہے وحشی حاضر ہو جاتا ہے، حضور ﷺ دیکھتے ہیں آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں پیارے چچا کی شہادت کا منظر سامنے آ جاتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں قاتل سامنے موجود ہے مگر صرف یہ ارشاد ہوتا ہے وحشی جاؤ میرے سامنے نہ آیا کرو کہ شہید چچا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ (جاری)

مرنے والوں کی لئے تحفہ

(محمد حفیظ اللہ علوی)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قبر میں مدفون مردے کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے' جو دریا میں ڈوب رہا ہو اور مدد کے لئے چیخ و پکار کر رہا ہو۔ وہ بیچارہ انتظار کرتا ہے کہ ماں باپ یا بہن بھائی یا کسی دوست آشنا کی طرف سے دعائے مغفرت و رحمت کا تحفہ پہنچے۔

جب اس کو کسی طرف سے دعا کا تحفہ پہنچتا ہے تو وہ اس کو دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اور دنیا میں بسنے والوں کی دعاؤں کی وجہ سے قبر کے مردوں کو اتنا ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے' جس کی مثال پہاڑوں سے دی جا سکتی ہے۔ اور مردوں کے لئے زندوں کا خاص ہدیہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے۔ (شعب الایمان بیہقی۔ معارف الحدیث)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں کسی مرد صالح کا درجہ ایک دم بلند کر دیا جاتا ہے تو وہ جنتی بندہ پوچھتا ہے کہ اے پروردگار۔ میرے درجے اور مرتبہ میں یہ ترقی کس وجہ سے اور کہاں سے ہوئی؟ جواب ملتا ہے کہ تیرے واسطے تیری فلاں فلاں اولاد کی دعائے مغفرت کی وجہ سے" (مسند احمد۔ معارف الحدیث)

حضرت ابو درداء ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جو بندہ عام مومنین اور مومنات کے لئے ہر روز پچیس یا ستائیں دفعہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور مغفرت کی دعا کرے' وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے ہو جائے گا۔ جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جن کی برکت سے دنیا والوں کو رزق ملتا ہے"۔

ان احادیث کی روشنی سے واضح ہو جاتا ہے کہ وفات پا جانے والوں کے لئے دعا مقبول ہوتی

ہے اور ان کے درجات بلند ہونے کے ساتھ ساتھ دعا مانگنے والے کو بھی ثواب کی نعمت میسر آتی ہے۔ وہ اللہ کے مقبول بندوں میں شمار ہونے لگتا ہے اور اس کے اعمال میں نیکی کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے مومن بندے کو چاہئے کہ ہر نماز کے بعد اپنے فوت شدہ لواحقین' احباب اور عام مومنین کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے۔ خود بھی توبہ استغفار کرے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے اور ساتھ ساتھ اپنے جاننے والوں اور لواحقین کے گناہوں کی معافی کا اللہ تعالٰی کے حضور خواستگار ہو۔

دعا کے لئے بہترین الفاظ یہ ہیں۔ ترجمہ "اے اللہ تمام مومنین اور مومنات اور تمام مسلمین اور مسلمات کی بخشش فرما"۔

تسخیر جنات

(حضرت خواجہ حسن نظامیؒ)

آج سے بیس پچیس سال پہلے ایک بزرگ پیلی بھیت میں رہتے تھے جن کا اسم گرامی حضرت میاں محمد شیرؒ تھا۔ اس زمانے میں چار بزرگ ہندوستان میں بہت مشہور تھے حضرت مولانا فضل الرحمنؒ صاحب گنج مراد آبادمیں، حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحبؒ دیوہ میں اور حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ پانی پت میں اور حضرت محمد شیر صاحب پیلی بھیت میں۔ مجھے اس زمانے میں تسخیر ہمزاد اور تسخیر جنات کا بہت شوق تھا اور میں دو برس سے مسلسل ان اعمال کی کوشش کر رہا تھا اور جو شخص جو طریقہ تسخیر ہمزاد اور تسخیر جنات کا بتاتا تھا اس پر محنت کرتا تھا۔ سردی کے موسم میں دریا کے پانی کے اندر آدھی رات کو کھڑے ہو کر عمل پڑھنے سے گردوں میں تکلیف ہو گئی تھی۔ ترک حیوانات کے چلوں سے جسم مرجھا گیا تھا اور ایک طرح کا جنون اور ضبط میرے اندر پیدا ہو گیا تھا۔ یکایک میں نے سنا کہ پیلی بھیت میں حضرت میاں محمد شیرؒ تسخیر جنات و تسخیر ہمزاد کے بہت بڑے عامل ہیں اس واسطے میں دہلی سے ریل میں سوار ہو کر پیلی بھیت گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے دل میں صرف ہمزاد اور جنات کی تسخیر کا شوق تھا۔ خدا پرستی یا خدا جوئی کا کچھ بھی خیال نہ تھا۔ جب میں پیلی بھیت کے اسٹیشن پر اترا تو میرے پاس صرف چار پیسے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ نہ جانا چاہیے اس لئے میں نے ایک آنے کے امرود خرید لئے اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا مٹی سے لپا ہوا ایک چبوترہ ہے اور اس پر کوئی فرش نہیں ہے۔ چبوترے کے اوپر ایک دروازہ ہے اور اس کا آدھا کواڑ کھلا ہوا ہے اور چوکھٹ کے پاس ایک چھوٹی سی منڈھیا بچھی ہوئی ہے اور سانولے رنگ کے چھوٹے قد کے ایک بزرگ اس منڈھیا پر بیٹھے ہیں جن کی سفید لمبی ڈاڑھی ہے اور گاڑھے کا لباس ہے اور نیلے گاڑھے کی ایک چھوٹی سی پگڑی سر پر بندھی ہے۔ میں نے جا کر سلام کیا اور امرود ان کے قدموں میں رکھ دئے اور جہاں اور

بہت سے لوگ مٹی کے چبوتری پر بیٹھے تھے میں بھی وہیں بیٹھ گیا۔ شاہ صاحب نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہو میاں دہلی میں خیریت ہے؟ میں نے گستاخانہ انداز میں عرض کیا جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں دہلی کا ہوں اور دہلی سے آیا ہوں تو یہ بھی معلوم ہو گا کہ دہلی میں خیریت ہے یا نہیں۔ یہ سن کر شاہ صاحب مسکرائے اور فرمایا ہم تو درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا نام لینے والوں میں ہیں جہاں کے تم رہنے والے ہو اور جن کے تم کہلاتے ہو۔ یہ امرود کیوں لائے ہو؟ میں نے کہا جن کا نام ابھی آپ نے لیا کہ آپ ان کا نا لینے والے ہیں انہی کی نصیحت ہے کہ بزرگان کے پاس خالی ہاتھ نہ جانا چاہیے۔ شاہ صاحب پھر مسکرائے اور فرمایا کہ جب چار ہی پیسے پاس ہوں تو انسان انہیں کیوں خرچ کرے۔

تھوڑی دیر کے بعد نینی تال پہاڑ کے کچھ لوگ ایک عورت کو لائے اور اس کو چبوترے کے نیچے بٹھایا۔ اس عورت کی آنکھیں لال تھیں اور وہ بہک رہی تھی۔ ساتھ والوں نے کہا اس عورت پر آسیب ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا تیل منگاؤ۔ تھوڑی دیر میں تیل آگیا۔ شاہ صاحب نے اس تیل کو نہ اپنے ہاتھ میں لیا نہ اس کو دیکھا' نہ اس پر کچھ دم کیا۔ تیل کے آتے ہی فرمایا کہ ایک ایک قطرہ تیل کا عورت کے دونوں کانوں میں ڈال دو۔ فورا" تعمیل کی گئی۔ تیل ڈالتے ہی عورت اچھی ہو گئی۔ آنکھوں کی سرخی جاتی رہی اور اس کے حواس بھی درست ہو گئے۔ شاہ صاحب پھر مسکرائے اور مجھ سے فرمایا لوگ کہیں گے کہ یہ عورت میری کرامت سے اچھی ہوئی حالانکہ اس میں میری کوئی کرامت نہیں ہے۔ میں نے تو تم نے دیکھا کہ تیل پر کچھ پڑھا بھی نہیں اور اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ دراصل عورت کے دماغ میں خشکی تھی تیل ڈالنے سے وہ خشکی جاتی رہی اور عورت تندرست ہو گئی۔ میں نے کہا جاننے والے سب کچھ جانتے ہیں آپ کے بہلانے اور ٹالنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ یہ سن کر شاہ صاحب نے پھر تبسم فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد کیا۔ میاں جب ہم تمہاری عمر میں تھے تو ہمزاد اور جنات تابع کرنے کا بہت شوق تھا۔ ہمیں ایک شخص نے تسخیر ہمزاد اور تسخیر جنات کا عمل بتایا اور ہم نے مسجد میں جا کر اس کو پڑھنا شروع کیا۔ ایک غیبی چیز نے ہم کو

مسجد کے بوریئے میں لپیٹ کر کونے میں کھڑا کر دیا اور ہم بہت مشکل سے بوریئے سے باہر نکلے اور ہم نے بوریئے کو پھر بچھا دیا اور دوبارہ عمل پڑھنا شروع کیا اور پھر ہم کو کسی نے بوریئے میں لپیٹ کر کھڑا کر دیا۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ چوتھی دفعہ ایک آدمی ہمارے سامنے آیا اور اس نے کہا کہ میں جن دیوی ہوں تو یہاں کیوں بیٹھا ہے اور کیا پڑھ رہا ہے؟ ہم نے کہا جنات اور ہمزاد کو تابع کرنے کا عمل پڑھ رہا ہوں۔ اس آدمی نے کہا۔ ارے دیوانے تو خدا کا مسخر ہو جا اور خدا کا تابعدار بن جا ساری مخلوق تیری مسخر اور تابعدار بن جائے گی اور ہم جنات بھی خدا کی مخلوق ہیں ہم بھی تیرے تابعدار ہو جائیں گے۔ اس دن سے ہم نے تو میاں جنات اور ہمزاد کی تسخیر کے عملیات چھوڑ دئے اور خدا کے دروازے پر آن بیٹھے۔

شاہ صاحب کی یہ بات سن کر میرے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور ایک کانٹا سا نکل گیا جو دو برس سے میرے خیال میں چبھا ہوا تھا اور اس دن میں نے عہد کیا کہ اب خدا کی تابعداری کے سوا اور کسی چیز کی تسخیر کا عمل نہیں پڑھوں گا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے پھر میں نے اس شوق کی طرف توجہ نہیں کی۔

ارشادات نبوی ﷺ اور جدید طبی تحقیق

(محمد رضی الاسلام ندوی)

نظریہ جراثیم کے انکشاف کے بعد بیماریوں کے متعدی ہونے کا تصور بہت ابھر کر سامنے آیا ہے۔ بیشتر مہلک بیماریوں کا سبب نہ نظر آنے والے اجسام غریبہ کو قرار دیا جاتا ہے جو جسم انسانی میں پہنچ کر مرضی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ نظریہ جدید دور کی عظیم تحقیق کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے جس نے امراض و علاج کی دنیا میں ایک عظیم تہلکہ مچا دیا ہے اور اس کی وجہ سے بیماریوں پر کنٹرول اور ان سے حفاظت آسان ہو گئی ہے' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ جدید دور کی دین نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے اس قسم کا تصور پایا جاتا تھا۔ طب یونانی کی قدیم کتابوں میں کچھ امراض کو وبائی قرار دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ امراض ایسے ہوتے ہیں جن سے بیک وقت ایک علاقے کے بہت سے لوگ متاثر ہوتے ہیں۔

اطبائے اسلام کی تحریروں میں بھی اس کا واضح تصور ملتا ہے۔ شیخ الرئیس ابو علی سینا نے امراض پھیلنے کا سبب فساد ہوا اور فساد آب کو قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مرض پیدا کرنے والے جراثیم ہوا اور پانی میں شامل ہو کر ایک سے دوسرے تک نہ پہنچیں تو متعدی بیماریاں منتقل ہی نہ ہوں۔ مشہور طبیب محمد بن زکریا رازی نے بھی تعدیہ کا بہت واضح تصور پیش کیا۔ اس کا مشہور واقعہ ہے کہ بغداد میں اسپتال کی جگہ کا انتخاب کرنے کے لئے اس نے ایک عجیب و غریب طریقہ اپنایا۔ اس نے شہر کے مختلف حصوں میں گوشت کے ٹکڑے لٹکا دیے۔ پھر جس جگہ کا گوشت سب سے آخر میں خراب ہوا اسے اس نے اسپتال کی تعمیر کے لئے منتخب کیا۔ اس نے چیچک اور خسرے میں تفریق کرتے ہوئے ان کے متعدی ہونے کا تصور پیش کیا۔ اسی طرح اس نے دق و سل اور جذام کے مریضوں سے دور رہنے کی تلقین کی اور بتایا کہ ان کے آس پاس جو ہوا ہوتی ہے وہ فاسد ہوتی ہے جس سے بیماری دوسرے تک منتقل ہو سکتی ہے۔

تعدیہ کا تصور طب نبوی میں

تعدیہ کا تصور ہمیں نبی کریم ﷺ کے ارشادات میں بھی ملتا ہے' مگر وہ اس سلسلے کے دوسرے جدید و قدیم تصورات سے کچھ مختلف ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ

کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "تعدیہ کی کوئی حقیقت نہیں"

ایک بدو نے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسول ﷺ ہم دیکھتے ہیں کہ صحرا میں بہت سے اونٹ صحیح و سالم ہوتے ہیں، پھر ان میں ایک خارش زدہ اونٹ شامل ہو جاتا ہے تو وہ سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے"۔؟

آپ ﷺ نے فرمایا "آخر پہلے اونٹ کو یہ مرض کیسے ہوا؟ (صحیح بخاری کتاب الطب)

اس حدیث سے ایک بہت اہم حقیقت پر روشنی پڑتی ہے، وہ یہ کہ تعدیہ بذات خود موثر نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے تعدیہ کے سبب فاعلی (ACTIVE CAUSE) ہونے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا پیدا کرنے والا در حقیقت اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ چاہتا ہے تو بیماری منتقل ہو کر ایک سے دوسرے تک پہنچ جاتی ہے اور چاہتا ہے تو بیمار شخص کے ساتھ رہنے کے باوجود صحت مند شخص کو کچھ نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی کے لوگوں کے درمیان یہ بات مسلم تھی کہ بیمار کے ساتھ رہنے سے صحت مند اونٹ بھی بیمار ہو جاتے ہیں اور نبی نے اس بات کی تردید نہیں کی اور تعدیہ سے انکار نہیں کیا بلکہ اس کے متعلق اس وقت کے رائج تصور کہ تعدیہ بذات خود موثر ہے، کی تردید کرتے ہوئے اس کے خلاف یہ تصور پیش کیا کہ اس کا سبب فاعلی اللہ تعالیٰ ہے۔ اس توجیہ سے حدیث میں پایا جانے والا تعارض دور ہو جاتا ہے اور جدید سائنسی معلومات کی رو سے حقیقت بھی یہی ہے۔

تعدیہ پھیلنے کے متعدد ذرائع بتائے گئے ہیں۔ ان میں سے چند اہم یہ ہیں۔

ا۔ مرطوب ذرات کے ذریعے تعدیہ (DROPLET INFECTION): گفتگو کرتے ہوئے، تھوکتے ہوئے یا چھینکتے ہوئے مرطوب ذرات ہوا میں پھیل جاتے ہیں اور اس طرح ان میں موجود جراثیم قریب کے دوسرے شخص کو متاثر کر دیتے ہیں۔

ب۔ پانی کے ذریعے پھیلنے والا تعدیہ (BORNINFECTIONWATER): پانی میں جراثیم شامل ہو جاتے ہیں، پھر اسے جتنے لوگ استعمال کرتے ہیں وہ ان مخصوص جراثیم سے پیدا ہونے والے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ج۔ ہوا کے ذریعے پھیلنے والا تعدیہ (AIR BORNINFECTION): جراثیم ہوا کے ذریعے مریض سے صحت مند شخص تک پہنچتے ہیں اور اسے متاثر کر دیتے ہیں۔

حفظان صحت سے متعلق ارشادات نبوی کی معنویت

اللہ کے رسول ﷺ نے کھانے پینے، صفائی ستھرائی رکھنے، جسمانی صفائی کا خیال کرنے اور روزمرہ کے کاموں کے سلسلے میں جو آداب بیان کیے ہیں اگر ہم ان پر عمل کریں تو متعدی امراض سے مکمل حفاظت ہو سکتی ہے اور صحت قائم رہ سکتی ہے۔ اس زاویہ نظر سے ہم یہاں رسول ﷺ کے کچھ ارشادات بیان کر کے ان کی معنویت کو آشکارا کرنے کی کوشش کریں گے۔

الف۔ مریضوں کے ساتھ گھلنے ملنے کی ممانعت

اللہ کے رسول ﷺ نے مریضوں کے ساتھ گھلنے ملنے کی ممانعت کی ہے اور حکم دیا ہے کہ مریض کو صحت مند لوگوں سے دور رکھا جائے۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو نبی ﷺ سے یہ روایت کرتے ہوئے سنا ہے۔ بیمار شخص کو صحت مند کے پاس ہرگز نہ لاؤ"۔ (بخاری کتاب الطب)

حضرت اسامہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جب تمہیں کسی علاقے میں طاعون پھیل جانے کی خبر ملے تو وہاں نہ جاؤ۔ اور اگر تم کسی ایسے علاقے میں ہو جہاں طاعون پھیل گیا ہو تو وہاں سے نہ نکلو"۔ (بخاری کتاب الطب)

اس ارشاد نبوی ﷺ کی معنویت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جدید طبی تحقیقات اس کی مکمل تائید کرتی ہیں۔ ان کی رو سے اگر کسی علاقے میں کوئی وبائی مرض پھیلا ہوا ہو تو وہاں کسی صحت مند کو نہیں جانا چاہیے نہ کسی مریض کو وہاں سے منتقل ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ دونوں صورتوں میں صحت مند لوگ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جذام زدہ شخص سے اس طرح بھاگو جیسے شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہو"۔ (بخاری کتاب الطب)

اور طبی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ جذام اگرچہ ابتدائی مرحلے میں متعدی مرض نہیں، لیکن آخری مرحلے میں پہنچ کر متعدی ہو جاتا ہے۔

مریضوں کے ساتھ گھلنے ملنے کی ممانعت کے ساتھ آپ ﷺ نے اس طرف بھی واضح اشارہ کر دینا ضروری سمجھا کہ یہ مرض بجائے خود موثر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ایسا ہوتا ہے، اس

لئے ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک مجذوم کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس طرح متعدی مرض کے بذات خود موثر نہ ہونے کا عملی ثبوت پیش کیا۔

ب۔ کھانے پینے کے آداب

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فراغت کے بعد دستر خوان اٹھاتے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ (بخاری کتاب الاطعمہ)

اس سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ کھانا کھاتے وقت دستر خوان ضرور بچھالینا چاہیے تاکہ کھانے کے اجزاء زمین پر نہ گریں ورنہ اس طرح مکھیاں بیٹھیں گی اور ظاہر ہے کہ مکھیاں بیماریوں کو منتقل کرنے کا سب سے اہم ذریعہ ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کھانے پینے میں بائیں ہاتھ کا استعمال نہ کرے' اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ (ترمذی کتاب الاطعمہ)

دائیں ہاتھ سے کھانے کی حکمت میں جہاں طبعی نفاست و نظافت پیش نظر ہے کہ بائیں ہاتھ کو طہارت حاصل کرنے کے لئے خاص کر دیا گیا ہے' وہیں تغذیہ کے نقطہ نظر سے بھی اس کی اہمیت ہے کہ استنجا کرنے کے بعد صفائی کا زیادہ خیال نہ رکھنے کی صورت میں بائیں ہاتھ کے جراثیم سے آلودہ ہونے کا امکان رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے کھانے سے فراغت کے بعد بھی ہاتھ صاف کرنے کی ہدایت دی ہے۔ (بخاری کتاب الاطعمہ) ظاہر ہے کہ بغیر ہاتھ دھوئے کام کرنے سے آلودگی ہونے اور جراثیم پھیلنے کا امکان رہتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے پانی صاف کرنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ فرمایا۔ "کوئی شخص جب سو کر اٹھے تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دو یا تین مرتبہ دھولے اس لئے کہ نہ معلوم سوتے وقت اس کا ہاتھ کہاں کہاں رہا ہو۔ (ترمذی ابواب طہارۃ)

احادیث کی تشریح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ یہ حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ اس زمانے میں لوگ جنگوں میں مصروف رہتے تھے' ان کے بدن پر زخم رہتے تھے جن کی وجہ سے سوتے وقت ان پر ہاتھ لگ جاتا تھا' اس لئے یہ حکم دیا گیا' لیکن اس قسم کی تاویلات کی اب ضرورت نہیں رہی۔

جسم صحت مند ہو تب بھی پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھولینا طبی نقطہ نظر سے ضروری ہے۔ پانی کو صاف رکھنے اور آلودگی سے بچانے کی غرض سے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ ”کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے“۔ (ترمذی ابواب الطہارۃ)

پانی کی نظافت ہی کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے پانی پیتے ہوئے برتن میں سانس لینے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پانی پینے کے دوران میں تین مرتبہ (برتن سے باہر) سانس لیا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم) حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ ”اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پورا پانی نہ پی جاؤ بلکہ دو یا تین دفعہ رک رک کر پیو۔ جب پینا شروع کرو تو اللہ کا نام لو اور پی چکو تو اس کی حمد بیان کرو۔ (ترمذی)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ ”ایک سانس میں مجھے سیرابی نہیں ہوتی“ (اسی لئے برتن میں سانس لینا پڑتا ہے) آپؐ نے فرمایا۔ تو برتن منہ کے سامنے سے ہٹا کر سانس لے لیا کرو۔ (ترمذی) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

آپ ﷺ نے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے (ترمذی ابواب الاشربہ) حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے پانی میں پھونک مارنے سے منع کیا۔ ایک شخص نے عرض کیا ”اس میں تنکا نظر آئے تو کیا کروں“؟ فرمایا تھوڑا سا پانی گرا دو جس سے وہ تنکا نکل جائے“ (ترمذی ابواب الاشربہ)

آنحضرت ﷺ کے ان ارشادات عالیہ کی معنویت کا اندازہ جدید طبی سائنسی تحقیقات سے ہوتا ہے۔ علم منافع الاعضاء (PHYSIOLOGY) سے ثابت ہو چکا ہے کہ سانس لینے میں پھیپھڑوں کے اندر جو ہوا جاتی ہے ’اس میں آکسیجن کی مقدار ۲۱ فیصد ’نائٹروجن کی مقدار ۷۹ فیصد اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار بڑھ کر ۵ فیصد ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے باہر نکلنے والی ہوا خطرے سے دو تین فیصد قریب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کچھ گیسیں پانی میں حل پذیر ہوتی ہیں۔ پھونک مارنے سے وہ پانی میں حل ہو کر مضر صحت ہو سکتی ہے۔ اس طرح ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جو ہوا سانس سے باہر نکلتی ہے اس میں مرض کے اعتبار سے لاکھوں جراثیم مثلاً" خناق ’نمونیا’ ٹی بی وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ پانی میں سانس لینے سے وہ بھی پانی میں شامل ہو سکتے ہیں اور اس برتن میں کوئی

شخص پانی پئے تو اس میں منتقل ہو سکتے ہیں۔

ج۔ برتن صاف رکھنے کی ہدایات

نظافت ہی کے خیال سے اللہ کے رسول ﷺ نے برتن صاف رکھنے اور انہیں گندگی سے بچانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جب رات کو سونے لگو تو چراغ گل کر دو۔ دروازہ بند کر دو، مشکیزے کا منہ باندھ دو اور کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھک دو"۔ (بخاری کتاب الاشربہ۔ ترمذی ابواب الاطعمہ)

نظافت ہی کے خیال سے آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع کیا ہے، اس لئے کہ وہ لوگ صفائی اور طہارت کا خیال نہیں رکھتے۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنی فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسولؐ سے دریافت کیا کہ ہمارے علاقے میں اہل کتاب رہتے ہیں، کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اگر دوسرے برتن مل سکیں تو ان میں نہ کھاؤ ورنہ پہلے انہیں اچھی طرح دھو لو، پھر استعمال کرو۔" (بخاری کتاب الذبائح والصید)

کتا اگر برتن میں منہ ڈال دے تو ایسے برتن کو اللہ کے رسول نے خوب اچھی طرح دھونے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حکم دیا۔ "اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھویا جائے جن میں پہلی اور آخری مرتبہ مٹی کے ساتھ ہو اور اگر بلی منہ ڈال دے تو صرف ایک مرتبہ دھونا کافی ہے"۔ (ترمذی ابواب الطہارۃ) اس روایت سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کتے کے لعاب میں ضرور کوئی خاص چیز ہوتی ہے جس کی وجہ سے اتنے مبالغے کے ساتھ دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ مٹی میں ضرور کوئی ایسی خاصیت ہوتی ہے جس سے اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ طویل تجربات و مشاہدات اور طبی تحقیقات نے دونوں حقیقتوں کو واشگاف کر دیا ہے۔ طبی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ کتے کے لعاب دہن میں ایک مخصوص قسم کے جراثیم ہوتے ہیں جنہیں (RABIES VIRUS) کہتے ہیں۔ ان سے ایک انتہائی موذی اور مہلک مرض پیدا ہوتا ہے۔ جس کے اثرات ظاہر ہونے کے بعد کوئی مریض بچ نہیں پاتا۔ اسی طرح تحقیقات نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ مٹی میں دیگر اجزاء کے علاوہ کثیر مقدار میں نوشادر، شورہ، امونیم اور کیلشیم آکسائڈ ہوتے ہیں جن سے اس قسم کے وائرس کی تطہیر ہو جاتی

ہے۔

د۔ چھینکنے اور تھوکنے کے آداب

اللہ کے رسول ﷺ نے چھینکنے اور تھوکنے کے بھی آداب بیان کیے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ جب چھینکتے تھے تو منہ (اور ناک) پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیا کرتے تھے اور آواز پست کرلیتے تھے۔ (ابوداؤد' ترمذی)

اس عمل کی مصلحت اور حکمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جدید طبی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے امراض کھانسی اور چھینک سے منتقل ہونے والے تعدیہ سے پھیلتے ہیں۔ الیکٹرانک مائیکروسکوپ سے معلوم ہوا ہے کہ چھینک میں ایک سیکنڈ میں گیارہ لاکھ ذرات ہوا میں خارج ہوتے ہیں۔ ان ذرات میں جراثیمی نو آبادیات (COLONIES) قائم ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ ذرات ۱۲ سے ۳۰ منٹ تک پھیلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نصف گھنٹے تک فضا میں تیرتے رہتے ہیں۔ اس طرح ان میں انفلوائنزا' بچوں میں چیچک' خسرہ' خناق وبائی' کالی کھانسی' نمونیا اور دق کے جراثیم شامل ہو کر امراض پیدا کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے جابجا تھوکنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "مسجد میں تھوکنا ایک غلط کام ہے۔ اس کی تلافی اس طرح کی جاسکتی ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے"۔ (بخاری و مسلم)

مسجد عبادت کی جگہ ہے وہاں لوگ عبادت کے لئے آتے ہیں' اس لئے اس کی صفائی کا خیال رکھنا چاہیے یہی حکم ہر اس جگہ کا ہوگا جہاں لوگ آتے جاتے اور اٹھتے بیٹھتے ہوں۔ دفن کرنے کا حکم اس صورت میں ہوگا جب فرش مٹی کا ہو۔ اس پر اینٹیں نہ بچھی ہوں یا اس پر پلاسٹر نہ ہو۔ ورنہ دوسری صورت میں دفن کرنے کے بجائے اس کی اچھی طرح صفائی کا حکم دیا جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے اس حکم کی معنویت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ بہت سے موذی امراض' مثلاً" دق و سل وغیرہ تھوک کے ذریعے بھی پھیلتے ہیں۔

صورت اور حقیقت

(سید ابوالحسن علی ندویؒ)

صورت اور حقیقت میں بہت بڑا فرق ہے

ایک چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت' ان دونوں میں بہت بڑی مشابہت کے باوجود بہت بڑا فرق بھی ہوتا ہے' آپ روزمرہ کی زندگی میں صورت اور حقیقت اور ان کے فرق سے خوب واقف ہیں۔ میں اس کی دو مثالیں دیتا ہوں' آپ نے مٹی کے پھل دیکھے ہوں گے جو بالکل اصلی پھل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن صورت و حقیقت میں زمین آسمان کا فرق ہے' اصل آم کوئی اور چیز ہے اور مٹی کا نقلی آم کوئی اور چیز' مٹی کے آم میں نہ اصلی آم کا ذائقہ ہے' نہ خوشبو نہ رس نہ نرمی نہ اس کی خاصیتیں' صرف آم کی شکل ہے اور اس کا رنگ و روغن' اس لئے اس کو آم کہیں گے مگر مٹی کا آم' یہ مٹی کا آم دیکھنے کا ہے' نہ کھانے کا' نہ سونگھنے کا' نہ ذائقہ نہ خوشبو۔ آپ مردہ عجائب خانے میں گئے ہوں گے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں سب درندے اور جانور موجود ہیں' شیر بھی ہے اور ہاتھی بھی' تندوا بھی اور چیتا بھی مگر بے حقیقت' بھس بھری ہوئی کھالیں جن میں نہ کوئی جان ہے نہ طاقت شیر ہے مگر نہ اس کی آواز ہے نہ غصہ' نہ طاقت ہے نہ ہیبت۔

حقیقت کے مقابلہ میں صورت کو شکست

اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صورت کبھی حقیقت کی قائم مقام نہیں ہو سکتی' صورت سے حقیقت کے خواص کبھی ظاہر نہیں ہو سکتے' صورت کبھی حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ صورت کبھی حقیقت کا بوجھ سنبھال نہیں سکتی' جب صورت کسی حقیقت کے مقابلہ میں آگئی' اس کو شکست کھانا پڑے گی۔ جب صورت پر کسی حقیقت کا بوجھ ڈالا جائیگا۔ صورت کی پوری عمارت زمین پر آرہیگی صورت اور حقیقت کا یہ فرق ہر جگہ نمایاں ہوگا۔ ہر جگہ صورت کو حقیقت کے سامنے پسپا ہونا پڑے گا۔ یہاں تک کے عظیم سے عظیم اور مہیب سے مہیب صورت اگر حقیر سے حقیر حقیقت کے مقابلہ میں آگئی تو اس کو مغلوب ہونا پڑے گا۔ اس لئے ہر چھوٹی سے چھوٹی حقیقت ہر بڑی سے بڑی صورت کے مقابلہ میں زیادہ طاقت رکھتی' حقیقت ایک طاقت ہے ایک ٹھوس وجود ہے' صورت ایک خیال ہے' دیکھئے ایک چھوٹا سا بچہ اپنے کمزور ہاتھ کے اشارہ سے ایک بھس بھرے شیر کو دھکا

دے سکتا ہے' اس کو زمین پر گرا سکتا ہے' اس لئے کہ بچہ خواہ کتنا ہی کمزور سہی ایک حقیقت رکھتا ہے شیر اس وقت صورت ہی صورت ہے' بچہ کی حقیقت شیر کی صورت پر آسانی سے غالب آجاتی ہے۔

نفس کا دھوکا

یہ عالم حقائق کا مجموعہ ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ایک حقیقت رکھی ہے مال کی بھی ایک حقیقت ہے اس کی محبت طبعی اور اس کی خواہش فطری ہے اگر حقیقت نہ ہوتی تو اس کے متعلق احکام کیوں ہوتے۔ اس میں کشش کیوں ہوتی؟ اولاد ایک حقیقت ہے اس سے طبعی محبت اور فطری تعلق ہوتا ہے' اگر اولاد ایک حقیقت نہ ہوتی تو شریعت میں اس کی پرورش و نگہداشت کے احکام و فضائل کیوں ہوتے؟ اسی طرح طبعی ضروریات اور خواہشات کی بھی ایک حقیقت ہے۔ ان حقیقتوں پر ایک بالاتر' قوی تر حقیقت ہی غالب آسکتی ہے کوئی صورت غالب نہیں آسکتی۔ یہ حقائق کتنے باطل آمیز سہی ان پر فتح حاصل کرنے کے لئے اسلام وایمان کی حقیقت درکار ہے اسلام کی صورت کتنی ہی مقدس سہی ان پر فتح حاصل نہیں کر سکتی' اس لئے کہ ادھر حقیقیں ہیں ادھر صرف صورت آج ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ صورت اسلام ادنی ادنی حقائق پر غالب نہیں آرہی ہے' اس لئے کہ صورت میں دراصل کوئی بھی طاقت نہیں ہماری صورت اسلام' صورت کلمہ' صورت نماز ہم سے ادنی ترغیبات چھڑانے سے قاصر ہے' ادنی عادات پر غالب آنے سے عاجز ہے' ہم کو موسم کی ادنی سختی اور حقیر ترین خواہش کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا نہیں کرتی۔ آپ کا یہ کلمہ جو کبھی گردن کٹوا دینے کی طاقت رکھتا تھا' آج وہ ان سردیوں میں صبح کی نماز کے لئے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو کلمہ زندگی بھر کی منہ لگی شراب کو شریعت کے حکم پر ہمیشہ کے لئے چھڑا سکتا تھا۔ آج اگر ضرورت پڑ جائے تو آپ کی ادنی مرغوب چیز یا معمولی عادت بھی نہیں چھڑا سکتا اس لئے کہ وہ کلمہ کی حقیقت تھی جس کے کارنامے آپ تاریخ اسلام میں پڑھتے ہیں۔ یہ کلمہ کی صورت ہے جس کی بے اثری آپ دن رات دیکھتے ہیں۔ ہم غلطی یہ کرتے ہیں کہ صحابہ اکرام کی تاریخ کو اپنے اوپر اوڑھنا چاہتے ہیں اس کو اپنے اوپر منطبق کرنا چاہتے ہیں جو وہ منطبق نہیں ہوتی۔ جب وہ لباس ہمارے اوپر راست نہیں آتا جب جگہ جگہ جھول پڑ جاتے ہیں۔ تو ہم شکایات کرتے ہیں' تعجب کرتے ہیں کہ

کلمہ وہ بھی پڑھتے ہیں ہم بھی پڑھتے ہیں' نماز وہ بھی پڑھتے ہیں' پھر کیوں اس طرح کے واقعات ظہور میں نہیں آتے' کیوں اسی طرح کے نتائج و ثمرات برآمد نہیں ہوتے؟ دوستو اور بزرگو! اپنے نفس کو دھوکہ نہ دو' وہاں کلمہ کی حقیقت تھی ایمان کی حقیقت تھی یہاں کلمہ کی صورت ہے' ایمان کی صورت ہے' نماز کی صورت ہے' جس طرح املی کے بیج سے آم کے پھل کی توقع فضول ہے اسی طرح صورت سے حقیقت کے خواص کی امید بے کار اور فریب نفس۔

حقیقت اسلام

حضرت خبیبؓ کا واقعہ آپ نے سنا ہے پھانسی کے تختہ پر ان کو چڑھایا گیا' چاروں طرف سے نیزوں کی نوکوں نے ان کو کوچنا شروع کیا' برچھیوں نے ان کے جسم کو چھلنی کرنا شروع کردیا' وہ صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے' عین اس حالت میں ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہاری جگہ رسول اللہ ﷺ ہوں؟ وہ تڑپ کر جواب دیتے ہیں کہ میں تو اس پر بھی راضی نہیں ہوں کے مجھے چھوڑ دیا جائے اور حضور ﷺ کے تلوہ میں کوئی کانٹا بھی چبھے۔"

حضرات! کیا یہ صورت اسلام تھی جس نے ان کو تختہ دار پر ثابت قدم رکھا اور ان کی زبان سے یہ الفاظ کہلوائے۔ نہیں! وہ اسلام کی حقیقت تھی جو ان کے ہر زخم پر مرہم رکھتی تھی' جو ہر نیزے کی چبھن پر جنت کا نقشہ لاتی تھی اور انہیں دکھاتی تھی کہ یہ تمہاری اس تکلیف کا صلہ ہے پس چند لمحوں کا معاملہ ہے یہ جنت تمہاری منتظر ہے' یہ خدا کی رحمت تمہاری منتظر ہے اگر تم نے اس فانی جسم کی اس فانی تکلیف کو گوارا کرلیا تو غیر فانی زندگی کی غیر فانی راحت تمہارا حصہ ہے یہ عشق و محبت کی حقیقت تھی' جب ان سے کہا گیا کہ کیا تم کو یہ منظور ہے کہ تمہاری جگہ رسول اللہ ﷺ ہوں؟ تو حضور کی صورت حقیقت بن کر ان کے سامنے آگئی تو ان کو گوار نہیں ہوا کہ اس جسم اقدس کو ایک کانٹے کی بھی تکلیف ہو۔

یہ چند پاک اور بلند حقائق جو درد و تکلیف کی حقیقت پر غالب آئے۔ صورت اسلام تو تکلیف کے تصورات اور خیالات کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ہم کو اور آپ کو معلوم ہے کہ گذشتہ فسادات کے موقع پر خیالی خطرات کی بنا پر لوگوں نے صورت اسلام بدل دی' مسلمانوں نے سروں پر چوٹیاں رکھیں اور غیر اسلامی شعار اختیار کئے اس لئے کہ ان غریبوں کے پاس صرف صورت اسلام تھی جو

اس میدان میں ٹھہر نہیں سکتی تھی۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت صہیب رومی ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار مکہ نے ان کو راستہ میں روکا اور کہا کہ صہیب تم جا سکتے ہو مگر یہ مال نہیں لے جا سکتے جو تم نے ہمارے شہر میں پیدا کیا ہے' اس اسلام کا حقیقت اسلام کا حقیقت مال سے مقابلہ تھا۔ حقیقت اسلام اپنی مقابل حقیقت پر غالب آئی تو صورت اسلام ہوتی تو وہ حقیقت مال کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت ابو سلمہ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ تم جا سکتے ہو مگر ہماری لڑکی ام سلمہ کو نہیں لے جا سکتے' اب حقیقت اسلام کا حقیقت سے مقابلہ تھا وہ حقیقت کیا تھی؟ بیوی کی محبت' جو ایک حقیقت تھی لیکن اسلام کی حقیقت مومن کے دل میں ہر حقیقت سے زیادہ طاقتور اور گہری ہوتی ہے' انہوں نے بیوی کو اللہ کے حوالہ کیا اور تن تنہا چل دیئے۔ کیا صورت اسلام میں اتنی طاقت ہے کہ آدمی بیوی کو چھوڑ دے؟ ہم نے تو دیکھا ہے کہ لوگوں نے بیوی اور بچوں کے لئے کفر تک اختیار کر لیا اور صورت اسلام کی ذرا پروا نہیں کی ہے۔

آپ نے سنا ہے کہ حضرت ابو طلحہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے باغ میں ایک چھوٹی سی چڑیا آ گئی اور اس کو پھر جانے کا راستہ نہ ملا' حضرت ابو طلحہ کی توجہ بٹ گئی' نماز کے بعد انہوں نے پورا باغ صدقہ کر دیا اس لئے کہ حقیقت نماز اس شرکت کو گوارا نہیں کر سکتی تھی' اس کا مقابلہ کرنے کی حقیقت صلوٰۃ ہی میں ہے آج ہماری اپنی نماز اد؟ اد؟ حقیقتوں کا مقابلہ اس لئے نہیں کر سکتی کہ وہ حقیقت سے خالی اور محض صورت ہے۔

آپ نے سنا ہو گا کہ یرموک کے میدان میں چند ہزار مسلمان تھے اور کئی لاکھ رومی' ایک عیسائی (جو مسلمانوں کے جھنڈے کے نیچے لڑ رہا تھا) کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ رومیوں کی تعداد کا کچھ ٹھکانہ ہے؟ حضرت خالد نے کہا خاموش خدا کی قسم اگر میرے گھوڑے اشقر کے سم درست ہوتے تو میں رومیوں کو پیغام بھیجتا کہ اتنی ہی تعداد اور میدان میں لے آئیں۔

حضرات! حضرت خالد کو یہ اطمینان و اعتماد کیوں تھا اور وہ رومیوں کو بے حقیقت کیوں سمجھتے تھے؟ اس لئے کہ وہ حقیقت اسلام رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے مقابل رومیوں کی صورتیں ہیں' جو ہر طرح کی حقیقت سے خالی ہیں' یہ لاکھوں صورتیں اسلام کی حقیقت کے سامنے ٹھہر نہیں

سکتیں۔

ہم یقیناً" کلمہ پڑھتے ہیں، ہم میں سے بہت سے لوگ کلمہ کے معنی سے بھی واقف ہیں، لیکن حقیقت کلمہ کوئی اور چیز ہے، وہ ان الفاظ اور معنی سے بہت بلند ہے، کلمہ کی یہ حقیقت صحابہ کرام کو حاصل تھی وہ کہتے تھے لا الہ الا اللہ تو واقعتہ سمجھتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم یا بادشاہ نہیں، اللہ کے سوا کوئی امید و توقع کے قابل نہیں، اللہ کے سوا کسی کی ہستی کو ہستی نہیں، کیا یہ سب حقیقتیں ہم سب کے دل میں اتری ہوئی ہیں، ہمارے دماغ کے اندر بسی ہوئی ہیں ہماری زندگی کے اندر جڑ پکڑے ہوئے ہیں اگر ہم ان حقیقتوں سے واقف بھی ہوتے تو لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے ہمیں احساس ہوتا کہ ہم کتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں جس کو اس حقیقت کا ذرا بھی احساس ہے اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے سمجھتا ہے کہ وہ کتنا دعویٰ کر رہا ہے۔

چو می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

ہم جانتے ہیں کہ آخرت برحق ہے۔ جنت و دوزخ برحق ہیں۔ مرنے کے بعد یقیناً" زندہ ہونا ہے، لیکن کیا سب کو ایمان کی وہ حقیقت حاصل ہے جو صحابہ کو حاصل تھی؟ اس حقیقت کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ صحابی کھجور کھاتے کھاتے پھینک دیتا تھا اور کہتا ہے کہ ان کے ختم ہونے کا انتظار کرنا میرے لئے بہت مشکل ہے اور فورا" بڑھ کر شہادت حاصل کرتا ہے، اس لئے کہ جنت اس کے لئے ایک حقیقت تھی اور وہ حقیقت اس کے سامنے تھی۔ اس کی حقیقت جس کو حاصل تھی وہ قسم کھا کر کہتا تھا کہ مجھے احد پہاڑ کے اس طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ یرموک کے میدان میں ایک صحابی ابو عبیدہؓ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر۔ میں سفر کے لئے تیار ہوں کوئی پیغام تو نہیں کہنا ہے؟ وہ کہتے ہیں، ہاں رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں ہمارا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ نے ہم سے جو وعدے فرمائے تھے وہ سب پورے ہو رہے ہیں یہ ہے یقین کی حقیقت اس حقیقت پر کونسی قوت غالب آ سکتی ہے اور ایسی حقیقت رکھنے والی جماعت پر کونسی جماعت غالب آ سکتی ہے۔ (جاری ہے)

نماز

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

اسلام کے ارکان کی سرتاج ہے نماز
خدا کے حضور بندے کی معراج ہے نماز
اس پر دین قائم یہ دیں کا ستون ہے
ٹھنڈک ہے اس میں آنکھ کی دل کا سکون ہے
روحوں کے لئے قوت و سرور ہے نماز
چہروں سے جو جھلکتا ہے وہ نور ہے نماز
ہو نہ معاف جو وہ عبادت نماز ہے
جنت کا در جو کھولے وہ سعادت نماز ہے
شر سے جو روکتی ہے وہ آواز ہے نماز
منزل ہے جس کی عرش وہ پرواز ہے نماز
خالق سے رابطے کا طریقہ نماز ہے
اظہار بندگی کا سلیقہ نماز ہے
مسلم کی آن بان ہے پہچان ہے نماز
امت کے لئے تحفہ رحمن ہے نماز
ترک نماز کفر کی ہے راہ بالیقیں
جس کی نہیں نماز اس کا دین بھی نہیں
دن کی دوڑ دھوپ میں غم خوار ہے نماز
تنہائیوں میں سب کی یار غار ہے نماز
اسی سے ابتدا ہے اسی سے کمال ہے
محشر میں سب سے اول اسی کا سوال ہے
اللہ سے استعانت کی تمہید ہے نماز
رنج والم زدہ کیلئے عید ہے نماز
قرب خدا کی لذتیں پالو نماز سے
دنیا کو اپنی جنت بنالو نماز سے

زندگی اور موت کا سوال

- جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبی ﷺ برحق اور ہمارا قرآن اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟
- جب اللہ تعالےٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے اور یہ بھی کہ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ تو پھر ہم اسقدر مغلوب بے بس اور رسوا کیوں ہیں؟
- مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی پہلے سے زیادہ کرتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر عرس بھی خوب شاندار طریقہ سے مناتے ہیں۔ ماہ محرم میں بھی کیا جوش و خروش ہوتا ہے۔ مالدار بھی بہت ہیں اور لاکھوں لوگ کوٹھیوں، کاروں اور کارخانوں کے مالک ہیں تو پھر یہ مردنی کیوں ہے اور یہ تنزل کیوں ہو رہا ہے؟
- ہر طاقتور ملک کی نظریں ہمارے ملکوں پر کیوں لگی ہیں اور ہر طرف خون مسلم اسقدر بے دردی اور ارزانی کے ساتھ کیوں بہایا جا رہا ہے؟
- نکبت و ادبار کی موجودہ حالت سے نکلنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کونسے لائحہ عمل پر چل کر ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں
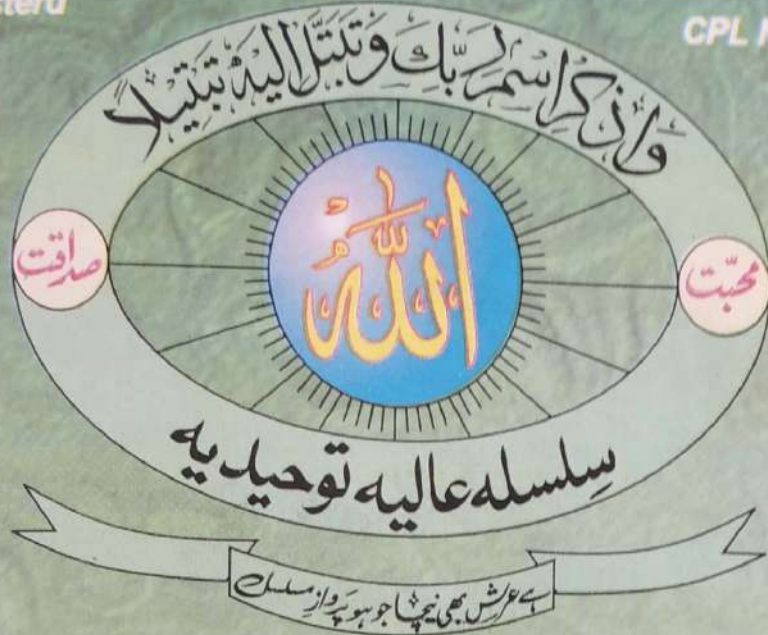
FALAH-E-ADMIAT
Registerd
CPL No. 491
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا
اللّٰہ
صداقت
محبت
سِلسلہ عالیہ توحیدیہ
ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل
بانی سلسلہ کی تصانیف
"چراغ راہ" خواجہ عبدالحکیم انصاری "سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر مریدین کی تربیت اور راہنمائی کے لئے جو خطبات ارشاد فرماتے رہے یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے اس میں نئے سلسلہ کے قیام کے اغراض و مقاصد تفصیل سے درج کرنے کے علاوہ راہ سلوک کے پیچ و خم، نشیب و فراز اس میں پیش آنے والی رکاوٹیں اور پیدا ہو جانے والی غلط فہمیاں بیان کردی گئیں ہیں اور صدیوں سے حل طلب روحانی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایسے ایسے نادر نکات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ گیارہ خطبات ملت اسلامیہ کے لئے درس حیات اور سالکین کے لئے منارہ ہائے نور کی حیثیت رکھتے ہیں وہ خصوصی مسائل جن پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ ہیں۔
☆ سلوک و تصوف میں اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیق کا بیان۔
☆ مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور میں کیسے کیسے فقیر ملے اور مرشد سے ملاقات کا حال۔
☆ ہمارے زوال میں امرا علماء اور صوفیاء نے کیا کردار ادا کیا؟
☆ علماء ظاہر اور اہل روحانیت صوفیاء کے اصلاح کے طریقوں میں کیا فرق ہے۔
☆ قوم میں تصوف خفتہ اور تصوف بیدار کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟
☆ تصوف کی اہمیت اور انسان کی زندگی پر اس کے اثرات۔
☆ عقل صمیم، عقل سلیم اور قلب سلیم کیا ہیں اور ان سے ہمیں کیا ملتا ہے۔
☆ یوگا، ہپناٹزم اور مسمریزم کی حقیقت اور انکے مقابلہ میں اسلامی روحانیت کی برتری اور فضیلت
☆ کرامات کی طاقت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کشف کیونکہ ہوتا ہے؟
☆ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی؟